اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرة مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

اپریل
2015

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۴	جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ / اپریل ۲۰۱۵ء	جلد : ۲۳

سیّد مسعود میاں	سیّد محمود میاں
نائب مُدیر	مُدیر اعلیٰ

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، اَفریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

اَمریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور اِی میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اَکاؤنٹ نمبر اَنوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب	۷
''جمہوریت'' اپنے آئینہ میں اور اِسلامی نظامِ حکومت کا مختصر خاکہ	حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب	۱۷
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	۳۲
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۳۹
ماہِ رجب کے فضائل واَحکام	حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب	۴۸
غیر مسلم آقاؤں کے حکم پر اِسلام کی بیخ کنی	جناب عبداللہ خالد صاحب قاسمی خیر آبادی	۶۰
اَخبار الجامعہ		۶۴

ماہنامہ اَنوار مدینہ لاہور میں اِشتہار دے کر آپ اپنے کاروبار کی تشہیر
اور دینی اِدارہ کا تعاون ایک ساتھ کر سکتے ہیں !

نرخ نامہ

بیرون ٹائٹل مکمل صفحہ	2000		اَندرون رسالہ مکمل صفحہ	1000
اَندرون ٹائٹل مکمل صفحہ	1500		اَندرون رسالہ نصف صفحہ	500

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

جامعہ مدنیہ جدید کے ناظمِ تعلیمات حضرت مولانا خالد محمود صاحب مدظلہم کی زیرِنگرانی جامعہ جدید کے فاضل مولانا منیر صاحب چار پانچ سال سے درجہ اِعدادیہ (پرائمری) اور متوسطہ (مڈل) کے بچوں کو ڈرائنگ سکھاتے ہیں، ہمارے یہاں یہ کلاس ہفتہ میں صرف ایک دِن بروز جمعرات ہوتی ہے مختلف کلاسوں کے بچوں کا یہ دورانیہ تین گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے، معلم طلباء کو دیا ہوا ہفتہ بھر کا کام دیکھتے ہیں کچھ مشقیں اپنی موجودگی میں کراتے ہیں، اسکولوں کے نظام میں بچہ اِس درجہ میں سات آٹھ سال کی تعلیم کے بعد پہنچ پاتا ہے جبکہ ہمارے مدارس میں پہلے یا دُوسرے سال ہی میں یہ تعلیم حاصل کر چکا ہوتا ہے۔

کوئی تین ہفتے پہلے کی بات ہے کہ مولانا منیر صاحب میرے پاس آئے اور طلباء کی ڈرائنگ

کے چند نمونے جو مختلف قدرتی مناظر کی تصویر کشی پر مشتمل تھے دِکھلائے پھر بتلانے لگے کہ ہمارے یہاں کے ایک طالب علم نے جو شروع سے جامعہ مدنیہ جدید میں زیرِ تعلیم ہے روزانہ بیس پچیس کلو میٹر دُور بحریہ ٹاؤن سے آتا ہے اُن کو بتلایا کہ میرے چھوٹے بھائی جو تیسری چوتھی کلاس میں .... اسکول میں پڑھتے ہیں پاکستان کے مختلف شہروں میں اُس کی دسیوں شاخیں ہیں میرے بھائی اپنی ڈرائنگ کا کام مجھ سے کروالیتے ہیں اِس کام کو اسکول کے اَساتذہ بہت پسند کرتے ہیں بلکہ اپنے اسکول کی بہتر کارگردگی کو نمایاں کرنے کے لیے اُن ڈرائنگوں کے فریم کرواکر اپنے دفاتر اور کلاس رُوم میں آویزاں کررکھے ہیں۔

اسکول عملہ کو بچوں نے بتلایا کہ یہ ڈرائنگ ہمارا بھائی بناتا ہے اُنہوں نے کہا کہ اُس کو ہمارے سکول لے کر آؤ، تیرہ چودہ برس کا یہ طالب علم وہاں گیا تو اسکول اِنتظامیہ نے جامعہ جدید کے اُس بچہ کو پیش کش کی کہ تم ہمارے اسکول میں روزانہ ایک گھنٹہ کے لیے آجایا کرو ہم تم کو ماہانہ بارہ ہزار روپے دیا کریں گے، بچے نے جواب دیا کہ روزانہ آنے جانے میں میری جامعہ جدید کی تعلیم متاثر ہوگی اِس لیے معذرت ہے اَلبتہ میری جمعہ کو چھٹی ہوتی ہے بس اُس دِن آسکتا ہوں۔

اِس واقعہ کو تحریر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تعلیم میں ہر مضمون کو اُس کی اہمیت کے مطابق اگر وقت دیا جائے اور بچوں کی نفسیات کا بھی خیال رکھا جائے تو کم سے کم وقت میں بہتر سے بہتر فوائد حاصل ہو جاتے ہیں۔

ہمارے یہاں کے ماہرینِ تعلیم اِس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ مسلسل اور لگاتار غیر ضروری دوہرائی سے بچے اُکتا نہ جائیں لہٰذا اُن کے معصوم ذہنوں اور کمزور جسموں پر اُتنا ہی بار ڈالا جاتا ہے جس سے اُن کی تعلیم دوستی میں اِضافہ ہوتا رہے اور کسی قسم کی نفسیاتی اُلجھنیں اُن کی ترقی کی رفتار کو متاثر نہ کرسکیں، نیز ہمارے یہاں بچوں پر غیر ملکی اَجنبی زبان میں ہر مضمون پڑھانے کا غیر ضروری بوجھ نہیں ڈالا جاتا لہٰذا وہ اپنی قومی اور مادری زبان میں بات کو بہت تھوڑے وقت میں پوری طرح سمجھ جاتے ہیں۔

قوم کے بچوں کی یہ خدمات جامعات میں بالکل مفت فراہم کی جاتی ہیں، وہ مالدار کا بچہ ہو یا غریب کا، چاہے وہ ڈیفنس یا گلبرگ سے آتا ہو یا گاؤں دیہات سے نیز تعلیم دینے والے اَساتذہ کی اکثریت نے اِن ہی دینی جامعات سے سندِ فضیلت حاصل کی ہوتی ہے، والحمدللہ۔

گزشتہ چند برسوں سے جامعات کے اِمتحانات میں نمایاں کامیابی کے حامِل طلباء میں سرکاری سطح پر تقسیمِ اِنعامات کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا تو مُلک بھر کے جامعات و مدارس کے طلباء کی بھاری تعداد اُن کی مستحق قرار پائی۔

۲۰۱۲ء میں جامعہ مدنیہ جدید کے پانچ طلباء نے اِنعامی لیپ ٹاپ حاصل کیے۔

۲۰۱۳ء چار طلباء نے سولر لیمپ حاصل کیے۔

۲۰۱۴ء میں نو طلباء نے اِنعامی لیپ ٹاپ حاصل کیے۔

اللہ تعالیٰ جامعات کی دینی ملی اور قومی خدمات میں مزید ترقی کے ساتھ خیر و برکت میں بھی اِضافہ فرمائے اور اِن کے دُشمن ہنود و یہود، نصاریٰ اور اُن کے آلہ کاروں کی سازشوں سے اِن کو محفوظ فرمائے، آمین۔

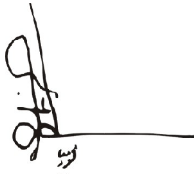

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُالاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

مولای صل وسلم دائما ابدا — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحب ؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامدیہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدس ؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدس ؒ کے اِس فیض کو تا قیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

عقائد میں تمام اَنبیاء کی تعلیم ایک جیسی ہے
''تقدیرات'' علمِ اِلٰہی ہیں عقل اُن کا اِحاطہ نہیں کر سکتی
رُوح اور جسم کا تعلق ''لافانی'' ہے۔ زمانے سے پہلے ''زمانہ'' نہیں تھا
کسی بھی نبی کی بے اَدبی کفر ہے۔ عذابِ قبر اور گمراہی سے بچاؤ کا طریقہ

(کیسٹ نمبر 83 سائیڈ B و کیسٹ نمبر 84 سائیڈ A 1988 - 01 - 31)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّابَعْدُ !

ایک (اِعتقادی) مسئلہ ہے جو اِسلام نے بتلایا ہے وہ ''تقدیر'' کا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ عالم میں ہونے والا ہے وہ سب طے فرمادیا ہے، اُس میں ''خیر'' ہو یا ''شر'' ہو جو بھی کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا مقدر کردہ ہے طے کردہ ہے اور اِس کا مطلب یوں سمجھ لیجیے کہ مراد (تقدیر سے) گویا علمِ باری تعالیٰ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا علم اِتنا وسیع ہے کہ اُس کو تمام چیزوں کا علم ہے اور قدرت بھی ہے کہ سب کچھ اُسی کا طے کردہ ہے پھر یہ طے فرما کر اُس نے اِس عالم کو وجود بخشا۔

اِس میں یہ بھی آتا ہے کہ تمام مخلوقات کی جو کیفیات ہیں تقدیرات ہیں وہ حق تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کے پیدا فرمانے سے بہت پہلے پچاس ہزار سال پہلے طے فرمادیں [1] تو اُس زمانہ

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۷۹

میں زمانہ تو تھا نہیں ، زمانہ تو یہ ہے ، ہم دیکھتے ہیں سورج نکل رہا ہے غروب ہو رہا ہے ، وقت دیکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب حادِث مخلوق اور نئی پیدا شدہ چیزیں ہیں اَصل حالت جو ہے وہ وہی ہے ''لازمان لامکان'' نہ کوئی زمانہ ، نہ مکان یعنی جگہ ، اصل حالت وہ تھی ، یہ (تو بس) اَندازہ ہے کہ اگر اِن سالوں سے اور دِنوں سے گنا جاتا اور یہ سال اور دِن اُس وقت ہوتے تو یہ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کو ہم جانتے ہیں کہ وہ ایک ذات ہے اور حیات ، قدرت ، علم ، اِرادہ ، سمع ، بصر ، کلام ، یہ سب ذاتِ باری تعالیٰ کی صفات ہیں اور یہ ''صفاتِ ذاتیہ'' ہیں یہ ''صفاتِ سبعہ'' کہلاتی ہیں سات صفات ہیں باقی جو صفات ہیں جیسے رزق دینا اِن کا تعلق دُوسری چیز سے بھی بنتا ہے وہ رازق ہے دے سکتا ہے لیکن جب اُس نے پیدا کیا کسی چیز کو تو دیا رزق ، یہ بدرجۂ کمال جس ذات میں موجود ہیں وہ حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک ہے۔

علم کا کمال ، قدرت کا کمال :

کمالِ قدرت یہ ہے کہ کوئی چیز دائرہ قدرت سے خالی نہ ہو اور علم کا کمال یہ ہے کہ کوئی چیز اُس کے علم سے غائب نہ ہو تو جو کچھ وجود میں آرہا ہے وہ ایک خاکہ کے تحت ہے ہمیں اِس کا کیا پتہ ، ہمیں تو ظاہر نظر آتا ہے ، ہم چاہتے ہیں جاتے ہیں دُکان کھولتے ہیں دفتر جانا چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں کوئی اور کام کرنا ہوتا ہے کرتے ہیں ، اِرادہ کرتے ہیں دوپہر کو جائیں گے لیٹیں گے سوئیں گے آرام کریں گے وہ کرتے ہیں روزمرہ کے دسیوں کام ایسے ہیں جو اِنسان اِرادہ کرتا ہے اُسی طرح ہوتا ہے۔ اور کوئی کوئی کام ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر چند کوشش کر ڈالتا ہے نہیں ہوتا ، کوئی رُکاوٹ پیش آجاتی ہے ، تو اِنسان کے اِرادے اور عمل کا ایسا حال نہیں ہے کہ اُس کے اِختیار میں (ہی ہے) معلوم ہوا کہ اپنے اِختیار میں نہیں ہے اور ایسی چیزیں بھی ہیں جو دِن میں کئی کئی دفعہ وجود میں آجاتی ہیں اور بعض دفعہ کبھی کبھی وجود میں آتی ہیں اور یہ سب دلیل ہیں عاجز ہونے کی اور دلیل ہیں اِس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک جو اِرادہ فرمائے ، ہوتا وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ معاملہ ہی نہیں ہے ساری موجودات میں کوئی چیز ایسی

نہیں ہے جوعلمِ باری تعالیٰ سے خارج ہو کیونکہ وجود بخشنے والا ہی وہ ہے اور وجود بخش کر اُس کی حفاظت کرنے والا بھی وہی ہے اور اِتنی باریکیاں ہیں کہ اِنسان کا دماغ اُس میں قاصر رہ جاتا ہے کتنی مخلوقات ہیں یہ سب کی سب یوں ہی نہیں ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا بَاطِلًا﴾ جو کچھ ہم نے آسمانوں اور زمین اور اِن کے درمیان پیدا کیا ہے باطل نہیں ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ سب درست ہیں جو ہم نے پیدا فرمایا۔ ہم تو ظاہر کو جانتے تھے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں جو نہیں چاہتے وہ نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک جو چاہتی ہے وہ ہوتا ہے اور وہ نہ چاہے تو نہیں ہوگا ﴿لَا تَقُوْلَنَّ لِشَیْئٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ﴾ کسی چیز کو ہرگز یوں نہ کہیں آپ کہ یہ میں کل کروں گا، یہ بھی کہیں کہ اگر خدا چاہے گا تو میں کروں گا یعنی خدا کی مشیت پر موقوف ہیں اُس کے اِرادے پر موقوف ہیں۔ تو یہ مسئلہ ہوگیا اِیمان کا (غیب کا جو) نظر ہمیں نہیں آرہا، اگر کوئی برائی کرنے والا یہ سوچ لے کہ میں تو یہ جواب دے دُوں گا اللہ تعالیٰ کے یہاں کہ تو نے ہی تو مقدر فرمایا ہے تو یہ بات نہیں چلے گی کیونکہ مقدر نظر نہیں آرہا صرف اِیمان بتایا گیا ہے کہ اللہ کے علم پر اُس کی قدرت پر۔ اور من جملہ علم اور قدرت کے یہ تقدیر بھی اُسی میں داخل ہے تو اُس پر اِیمان آپ کا فرض ہے، نظر وہ نہیں آتی، ہاں اگر کسی کو نظر آجائے تو وہ مکلّف نہیں رہے گا اُس کو تو پھر سب ہی کچھ نظر آجائے گا وہ تو خود بخود ہی مومن ہوجائے گا لیکن نظر آتا ہی نہیں اور اِیمان مطلوب ہے تو فرمایا گیا ﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ نظر نہیں آتا مگر غائب پر اِیمان رکھتے ہیں اِس بناء پر کہ اللہ نے بتلایا ہے اور اللہ کا پیغام جنابِ رسول اللہ ﷺ نے پہنچایا ہے، اِس لیے ہمارا اِیمان ہے۔ تو آپ کلمہ پڑھتے ہیں، اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ پڑھتے ہیں وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ تقدیر جو بھی ہے بہتر ہو یا بری ہو مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اللہ کی طرف سے ہے۔ اور بہتر یا برا اِنسان کے حق میں جو ہے وہ اور چیز ہے، (اِنسان کے علاوہ) کسی اور کے لیے وہ اور چیز ہے، اِنسان پانی میں نہیں رہ سکتا لیکن مچھلی پانی سے باہر نہیں رہ سکتی۔ تو اِنسان کے اِعتبار سے جو خیر اور شر ہے وہ اِنسان کو بتایا گیا، باقی اِنسان کے علاوہ جنات بھی مکلّف ہیں اِطاعت عبادت تمام چیزوں کے مکلّف ہیں، اِن کے علاوہ کوئی مکلّف

نہیں۔تو اِنسان کو ہی عقل بھی دی گئی اور یا جنوں کو عقل دی گئی تو اِنہیں عقل کی وجہ سے مکلّف فرمادیا گیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ عقل سے حق تعالیٰ نے اِرشاد فرمایا بِكَ آخُذُ وَبِكَ اُعْطِیْ [1] اور تیرے ہی ذریعہ سے مواخذہ کروں گا اور تیرے ہی ذریعہ دُوں گا۔اوکمال قال علیہ السلام۔

تو عقل کہتے ہیں عربی میں ''باندھنے'' کو تو عقل ہی ایسی چیز ہے جو اِنسان کو برائیوں سے روکے رکھتی ہے باندھے رکھتی ہے، یہ مناسب ہے یہ نامناسب ہے،فلاں وقت فلاں چیز مناسب فلاں وقت فلاں چیز مناسب حتی کہ گفتگو تک میں کون سا جملہ یہاں فِٹ بیٹھتا ہے کون سا نہیں،کون سا موقع کے مناسب ہے کون سا نہیں، بہت باریکیوں تک گیا ہوا ہے دماغ اِنسان کا تو عقل خدا نے بخشی تو مکلّف بنادیا بھلائی برائی دونوں کی تمیز دی ﴿هَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ﴾ ہم نے دِکھا دیے دونوں راستے۔تو اِس طرح سے اِس اِیمان بالغیب کا مکلّف یہی (جن واِنس) ہیں باقی جتنی چیزیں ہیں اُن میں نہ عقل ہے نہ وہ مکلّف ہیں، جن میں عقل نہیں ہے جانور ہیں مکلّف نہیں ہیں اور جانوروں میں کافر بھی نہیں وہ سب ایک ہی طرح ہیں اور پھر اِن کے علاوہ اور مخلوقات ہیں اُوپر کی معلوم نہیں کس کس طرح کی وہ مخلوقات ہیں فرشتے ہیں فرشتوں جیسی ہیں اور بھی ہوں گی جو ہمیں پتہ نہیں ﴿مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ﴾ اپنی مخلوقات اور اُن کے لشکروں کو اور جھنڈوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تو اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوقات جو بنائی ہیں اُن کا اِیمان بالغیب ہے ہی نہیں اُنہیں تو نظر آتی ہیں وہ (غیبی) چیزیں جیسے اَنبیائے کرام کا جو اِیمان تھا وہ بھی اِیمان بالغیب نہیں رہا اُن کو بھی نظر آتی تھیں وہ چیزیں،فرشتہ نظر آتا تھا وحی آتی تھی تمام چیزیں نظر آتی تھیں تو سب نبی اِیمان میں ایک جیسے ہیں۔

کسی بھی نبی کی بے اَدبی کفر ہے :

سب نبی نبوت کے وصف میں ایک جیسے ہیں اِس لیے کسی بھی نبی کے بارے میں کوئی جملہ اگر معاذ اللہ زبان سے نکل جائے تو کفر ہو جائے گا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب اَنبیائے کرام بھائی بھائی ہیں جیسے کہ مائیں مختلف ہوں باپ ایک ہو تو سب بھائی بھائی ہیں تو جب وہ ایک درجے کے

[1] مشکوۃ شریف کتاب الاداب رقم الحدیث ۵۰۶۴

ہوئے تو اُن (کے بارے) میں آگیا قرآنِ پاک میں ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ﴾ کسی رسول میں ہم تفریق نہیں کریں گے کہ اُسے زیادہ اور اِسے کم نبی مانیں نبی سب کو ایک درجے کا ماننا پڑے گا لیکن ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ یہ بھی ہے، بعض اَنبیائے کرام کو بعض پر اللہ نے فضیلت دی ہے وہ ذکر بھی فرمائی گئی ہے حدیثوں میں بھی آئی ہے لیکن ہمارا تو اِیمان سب پر ہے جو نبی ہے جسے ہم جانتے ہیں اور بیشتر وہ ہیں جنہیں نہیں جانتے چند کو جانتے ہیں جن کے اَسمائے گرامی آئے ہیں اَحادیث میں یا قرآنِ پاک میں یا تاریخ کی کتابوں میں باقیوں کا تو پتہ ہی نہیں چلتا، تو ہمارا اُن پر اِیمان ہے۔ اُن کا اِیمان کیسا تھا ؟ وہ بالغیب رہا نہیں، اُن کو وہ چیزیں نظر آتی تھیں، جنابِ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور اِرشاد فرمایا کہ ابھی ابھی جنت اور جہنم میرے سامنے آئے اور فرمایا کہ میں اگر خوشہ لے لیتا جنت کا تو تم کھاتے رہتے ﴿مَابَقِيَةِ الدُّنْيَا﴾ جب تک دُنیا رہتی کیونکہ جنت کی چیزوں کو فنا نہیں ہے تو وہ فنا نہ ہوتی وہ قائم بھی رہتی کھاتے بھی رہتے اور اِس میں کوئی بات غلط نہیں اور تمام (غیبی) باتوں کا جوڑ آپ نے اُن باتوں سے لگا دیا تھا جو بعد میں وجود میں آتی رہیں گی، کچھ صحابہ کرامؓ نے دیکھ لیں اور کچھ صحابہ کرامؓ خبر دے گئے اور دُنیا سے چلے بھی گئے وہ بعد میں دُوسروں نے دیکھ لیں، تمام چیزیں جو آپ نے فرمائیں اُن میں نہ جھوٹ ہے نہ مبالغہ ہے نہ غلطی ہے سب کی سب سچ اور صحیح۔ تو رسول اللہ ﷺ کو اور دیگر تمام اَنبیائے کرام کو جو اِیمان کی کیفیت عطا ہوئی تھی وہ وہبی بھی تھی قدرتی تھی نبوت کی تھی اور وہ اِیمان بالغیب سے اُوپر کا درجہ ہے جیسے فرشتوں کا اِیمان کہ وہ کبھی متزلزل نہیں ہوسکتا اُس میں شک نہیں آسکتا تردّد نہیں آسکتا اُنہیں نظر آتا تھا، جو نظر آتی ہو چیز اُس میں کسے تردّد ہوتا ہے آپ کو نظر آجائے تو آپ کو تردّد نہیں رہتا، اُس چیز میں قسم بھی کھا لیتے ہیں دُوسروں کو بھی بتاتے ہیں اِطمینان سے بتاتے ہیں کیفیات بتاتے ہیں تفصیلات بتاتے ہیں۔

''تقدیرات'' دائرہ عقل سے باہر ہیں حل نہیں ہوسکتیں بس اِیمان لانا کافی ہے :

اور رسول اللہ ﷺ وہ چیزیں ایسے بیان فرماتے ہیں جیسے کہ ہو چکی ہوں کیونکہ اُن میں کوئی

تخلف ہونا ہی نہیں، ہونی ہی اُسی طرح ہے اور قرآنِ پاک میں بھی ہے جگہ جگہ ﴿وَلَوْ تَرٰی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُ وْسِہِمْ﴾ اگر تم اِن مجرموں کو دیکھو، یعنی قیامت کے دِن جو ہونے والی چیزیں ہیں اُن کو ایسے اَنداز میں بیان کیا گیا جیسے کہ ہو چکی ہیں تو ایسے اَنداز میں بات کر دینا، یہ کیا چیز ہے ؟ تو اُس کو آقائے نامدار ﷺ نے اِس طرح حل فرمایا کہ یہ ہے ''تقدیر'' اِس کا نام تقدیراتِ اِلٰہیہ ہیں یہ حق ہیں جب حق ہیں تو اِنہیں حق ماننا ضروری ہوا حق ماننے کا مطلب یہ ہوا کہ اِیمان لانا ضروری ہے لیکن اِن کے بھروسے آپ برا کام کرتے رہیں کہ اگر مقدر میں برائی لکھی ہے تو یہ ہوگا اور اگر نہیں لکھی تو میں نہیں کروں گا برائی، اور اگر مقدر میں خدا نے لکھ دی ہے تو پھر میرے سے پوچھ نہیں ہوگی، یہ بات نہیں چل سکتی کیونکہ مقدر آپ کو نظر آیا نہیں یہ تو آپ کو صرف اِتنا بتایا گیا ہے کہ اِس پر اِیمان رکھو اور اگر اِس پر اِیمان نہیں رکھو گے تو گویا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر اور اللہ تعالیٰ کے علم پر تمہیں پورا اِیمان نہیں حاصل ہوا اور اُس کے علم کا جو کمال ہے وہ تم نے ابھی نہیں مانا ابھی اُس سے تم واقف نہیں ہوئے اِس واسطے تقدیر پر اِیمان رکھنا بتایا۔

تمام اَنبیاءِ سابقین نے بھی ایسا ہی بتلایا :

اور یہ تعلیم صرف رسول اللہ ﷺ ہی کی نہیں ہے پہلے سے چلی آرہی ہے، اَنبیائے کرام اُصولی تعلیم ایک ہی دیتے رہے ہیں، کلمہ ہے توحید ہے نیکی کی اور برائی سے بچانے کی یہ تعلیم سب اَنبیائے کرام میں رہی ہے، رسول اللہ ﷺ کو فرمایا گیا ﴿اِتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ﴾ اِبراہیم علیہ السلام کی ملت کی پیروی کرو اور اَنبیاء کرام میں بہت سوں کے نام گنا کر جن کو لوگ پہچان سکتے تھے دُنیا میں کیونکہ بہت سے ایسے ہوئے جنہیں پہچانا نہیں جا سکتا نام ہی اُن کے نہیں سنے قرآنِ پاک میں اُن کے نام ہی نہیں ﴿اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت عطا فرمائی ﴿فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ﴾ اُن کی ہدایت کی پیروی کرو، اَب اُن کی ہدایت کی پیروی کا مطلب کیا ہے کہ سب نبیوں کی تعلیم پہلے ہی سے ایک چلی آرہی ہے ﴿اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ﴾ آپ پر ہم نے ایسے وحی کی ہے

جیسے نوح علیہ السلام پر کی ہے قرآنِ پاک میں ہے دُوسری جو آیت پڑھی وہ بھی قرآنِ پاک کی ہے تو نبوت کے وصف میں سب اَنبیائے کرام ایک ہیں، تعلیم عقائد کی سب اَنبیائے کرام نے ایک ہی دی اور سب کا اِیمان ایک ہی چیز پر تھا۔ ہاں اُمتی لوگ جو ہیں وہ مکلّف کس چیز کے ہیں ؟ وہ اِیمان بالغیب کے مکلّف ہیں اور غیب کی باتوں کا یقین آجائے تو معجزات بھی صادِر ہوئے اَنبیائے کرام علیہم السلام سے تاکہ یقین آنے میں مدد ملے، یہ خدا کی طرف سے ایک مدد تھی جو اِنسان کی اللہ نے اپنی رحمت سے کی کہ اُسے ہدایت پر قائم رہنے میں مدد مل جائے سہارا لگ جائے۔ تو یہ مسائل تقدیر کے ہیں اور اِس میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے اِیمان بالقدر واجب قرار دیا ہے اور اِس میں ہی آدمی زیادہ پریشان ہوتا ہے کافی وسوسے آتے ہیں مگر اُن وسوسوں کا تو خیال ہی نہ کرو کیونکہ اِس میں تو بتایا یہ گیا ہے کہ تم علمِ باری پر پورا یقین رکھو۔

اپنی حالت جانچنے کا طریقہ :

تم کیا ہو کیا نہیں ہو وہ علامتوں سے پہچان لو اگر تمہارے لیے آسانیاں نیکی میں ہو رہی ہیں تو اُس پر خوش ہوتے رہو اور اگر نیکی میں دُشواریاں اور برائی کی طرف آسانیاں نظر آرہی ہیں تو ڈرو اور اُس سے رُکو کیونکہ دونوں چیزیں بتادیں یہ بھی راستہ واضح ہے کیا کیا چیز بری ہے اور کیا چیز اچھی ہے وہ معلوم ہے تو جب نیکی کرو تو شکر کرو اور برائی ہو تو اِستغفار کرو اور خدا سے پناہ مانگو کہ آئندہ اللہ تعالیٰ مجھے اِس سے بچائے رکھے۔ تم ظاہر کے مکلّف ہو صرف اور تمہارا حساب کتاب جو آخرت میں ہوگا وہ کون سے پیمانے سے ہوگا تقدیر کے یا اِس (اچھے برے اَعمال کی بنیاد) سے ؟ تو وہ اِس پیمانے سے ہوگا کیونکہ تمہیں کافی حد تک اِختیار دیا بھی گیا ہے اور اِختیار..........

..........چلتی آرہی ایک شاخ اِس قسم کی وہ یہ ''نیچری'' کہلاتے ہیں جن میں سے ''سرسیّد'' بھی تھے اور اَب یہ ''پرویز'' گزرا ہے ابھی اور اِسی اَندازِ فکر کے اور لوگ بھی ہیں وہ لوگ اِس کے قائل نہیں ہیں لیکن قائل نہ ہونا بلا وجہ ہے۔

عالمِ برزخ ، مثال سے وضاحت :

تو ایک آدمی پاس سوتا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے ایسے دیکھا ایسے اُٹھا ایسے بیٹھا ایسے دوڑا ہوا گیا وغیرہ وغیرہ اور دُوسرا جاگتا ہوتا ہے وہ پاس بیٹھا ہوتا ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ کچھ بھی نہیں ہوا یہ تو لیٹا ہوا ہے تو اُس کی رُوح پر وہ اِحساسات گزر رہے ہیں مراد وہی ہے۔

اَب یہ بھی سوال ہوتا ہے کہ بھئی یہ ہندو تو جلا ہی دیتے ہیں اور اگر وہ لاش مچھلیاں کھا گئیں کہیں سمندر میں ہوا ایسا قصہ پھر کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ اور ایٹم بم میں تو پھر سارے ہی ختم ہو جاتے ہیں پتہ نہیں راکھ بھی رہتی ہے یا وہ راکھ بھی بھاپ بن جاتی ہے، جو بھی صورت ہو تمام صورتوں میں جو اُس کے ایٹم ہوں گے اُن میں حیات ڈال کر یہ سوال و جواب اُس سے ہوگا۔

جسمانی رابطہ :

اور سوال و جواب فقط رُوحانی نہیں ہے بلکہ جسم کو دخل اُس میں رکھا گیا ہے اور جسم کو دخل یہاں بھی ہے عمل میں، جو آدمی کام کرتا ہے جسم سمیت کرتا ہے جسم سے کرتا ہے تو قبر میں بھی وہ ہے اور قیامت میں جو حشر ہوگا وہ فقط رُوحانی نہیں ہے جسمانی جسم سمیت اور جنت میں جو داخلہ قیامت کے بعد ہوگا وہ جسم سمیت ہوگا ورنہ تو شہداء آج بھی جاتے ہیں جنت میں اور رسول اللہ ﷺ نے بتلایا ہے کہ اُن کی یہ شکل بنادی گئی ہے اور اِس طرح سے وہ اُڑتے ہیں فِیْ حَوَاصِلِ طَیْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ حَیْثُ شَاءَ تْ جہاں وہ چاہیں جنت میں جاتے ہیں اور قَنَادِیْلُ مُعَلَّقَةٌ تَحْتَ الْعَرْشِ یہ اُن کے ٹھکانے ہیں عرش کے نیچے قندیل ہیں اُن میں اُن کی اَرواح رہتی ہیں مرکز وہ ہے، جنت میں داخلہ اَب بھی ہے تو قیامت میں پھر کیا ضرورت رہی ؟ اِس لیے قیامت میں تو پھر جسم سمیت ہے داخلہ۔

لافانی تعلق ، مثال سے وضاحت :

اور رُوح کا تعلق جسم کے اَجزاء سے لافانی ہے یہ فنا نہیں ہوتا اگر کوئی ریڈیو اسٹیشن ہو (جیسے) لاہور اور اُس کی طرف سوئی لگادی جائے اور چاہے کروڑوں کی تعداد میں ریڈیو ہوں اور مختلف سمتوں

میں وہ لوگ چلے جائیں اَلگ اَلگ ریڈیو لے کر لیکن لگا تو رہے گا لاہور ہی، بالکل اِسی طرح سارے جسم کے جو اَجزاء ہیں اِن سب کا تعلق رُوح کے ساتھ ایسا ہی ہے اور جب حق تعالیٰ کا حکم ہوگا تو یہ رُوح اپنے اَجزاء کو کھینچ لے گی، وہ تعلق ریڈیائی کہہ لیں ریڈیائی تو مثال کے طور پر ہے ریڈیائی جو چیز ہے وہ مادّی ہے اور یہ مادّی سے اُوپر کی بات ہے، مادّی چیزوں کو فنا آتی رہتی ہے خرابیاں اُن میں آتی رہتی ہیں اور رُوحانی چیزوں میں دوام ہے اُن میں خلل وغیرہ نہیں آتا تخلف نہیں ہے۔ تو (جب) سوال یا عمل دُنیا میں جسم سمیت ہے تو قبر میں بھی سوال جسم سمیت ہے۔

''قبر'' کا مطلب :

اور ''قبر'' کا مطلب قبر نہیں ہے بلکہ ''برزخ'' ہے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اِرشاد فرمایا ہے ﴿مِنْ وَّرَآءِ هِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ جب اِنتقال ہوجائے اُس وقت سے لے کر اُٹھنے کے وقت تک یہ عالَمِ برزخ ہے، عالَمِ برزخ میں برزخی طور پر سوال ہوگا برزخ درمیان کو بھی کہتے ہیں یہ درمیانی کیفیات ہیں درمیانی حالت اور اِس میں سوال جو ہے وہ بھی مرکب ہیں جسم اور رُوح سے مِلا کر ہے سوال اور جواب۔ آقائے نامدار ﷺ نے اِس بارے میں پوری رہبری فرمائی اور یہ کہ یہ چیز پیش آنے والی ہے اور پیش نظر رکھنی ہے کہ جانا ہے اور کسی کو پتہ نہیں کب اُس کا جانا ہوجائے، ہر ایک کے لیے یہی ہے۔

عذابِ قبر سے بچاؤ :

ویسے رسول اللہ ﷺ نے علاج بھی بتلایا ہے مثلاً سورۂ مُلک ایک دفعہ پڑھتے رہنا، کوئی دیر بھی نہیں لگتی دو ڈھائی منٹ لگتے ہوں گے یہ عذابِ قبر سے نجات دِلاتا ہے سوالِ قبر سے نجات دِلاتا ہے یہ سورت مانع بن جائے گی عذاب سے تو ایک دفعہ روزانہ پڑھتے رہنا چاہیے۔

گمراہی سے بچاؤ :

عقائد کے بارے میں مجھے یہ خیال آتا ہے کہ سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں بہت تھوڑی سی بنتی

ہیں وہ روزانہ صبح کو کوئی پڑھتا رہے ایک دفعہ، تو دجال سے محفوظ رہے گا اور جب دجال سے محفوظ رہے گا تو باقی فتنے تو سارے اُس سے کم درجے کے ہیں پھر سارے فتنوں سے محفوظ رہے گا تو عذابِ قبر کے لحاظ سے یہ سورت اور ہدایت پر قائم رہنے کے لحاظ سے اِن آیتوں کا معمول بنالینا فجر کے بعد، چلتے چلتے چند قدم چلے گا وہ دس آیتیں پوری ہوجاتی ہیں تو ایک منٹ لگتا ہوگا زیادہ سے زیادہ شروع کی دس آیتیں پڑھنے میں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُس عالَم میں جو پیش آنے والی چیزیں ہیں کچھ وہ بتائیں پھر اُن کے ساتھ ساتھ معاون چیزیں بتلادیں کہ یہ اُس میں مددگار ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِسلام پر اِستقامت دے اور آخرت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محشور فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا..............

✡ ✡ ✡

وفیات

۸؍ مارچ کو جناب حافظ فرید اَحمد صاحب کی خوش دامن صاحبہ طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئیں۔

۲۲؍ مارچ کو بڑے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی عزیز بھائی آفتاب صاحب عثمانی مرحوم کی صاحبزادی صاحبہ مختصر علالت کے بعد کراچی میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ بہت نیک اور وضع دار خاتون تھیں

۲۴؍ مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل و خادم شعبہ برقیات مولانا محمد شاہد صاحب کی دادی صاحبہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

۴؍ مارچ کو جامعہ مدنیہ جدید کے خادم منظر عباس کشمیری کے پھوپھا وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں جملہ مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

علمی مضامین سلسلہ نمبر۲

''خانقاہِ حامدیہ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے محدث، فقیہ، مؤرخ، مجاہد فی سبیل اللہ، مؤلف کتب کثیرہ شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم مضامین جوتا حال طبع نہیں ہو سکے اُنہیں سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جبکہ اُن کی نوع بنوع خصوصیات اِس بات کی متقاضی ہیں کہ اِفادۂ عام کی خاطر اُن کو شائع کر دیا جائے۔ اِسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واَخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

''جمہوریت'' اپنے آئینہ میں

اور

اِسلامی نظامِ حکومت کا مختصر خاکہ

﴿ حضرت اَقدس مولانا سیّد محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴾

اِسلامی مملکت میں جملہ اِختیارات ایک ہی کو دیے جاتے ہیں اُس کو ''اِمام'' کہا جاتا ہے جو پوری مملکت کا واحد سربراہ ہوتا ہے، قرآنِ پاک کی تعلیم یہ ہے کہ وہ سربراہ اِقتدار میں سب سے اعلیٰ ہو تو تقوی، پرہیزگاری اور خدا ترسی میں بھی اِس کو سب سے بلند ہونا چاہیے ﴿اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ﴾

علماء نے اِمام کے لیے چند شرطیں اِسی لیے قرار دی ہیں کہ حتی الامکان قرآنِ پاک کی تعلیم کو جامۂ عمل پہنایا جا سکے مثلاً عاقل، بالغ، تندرست، صحیح الحواس، صاحبِ ہمت، صاحبِ حوصلہ، صاحب الرائے، سیاسی اُمور کا واقف و ماہر، جنگ و صلح کے نشیب و فراز سے باخبر، خلقِ خدا کا ہمدرد،

عوام کا خیر خواہ، مختلف طبقات کے مزاجوں سے واقف ہونے کے علاوہ اہم شرط یہ ہے کہ اُس میں عدل ہو یعنی پابندِ شرع ہو، اِسلامی اَخلاق کا حامل ہو، کبائر کا مرتکب نہ ہوتا ہو، بتقاضائے بشریت گناہ ہو جائیں تو فوراً توبہ کرلے، کسی گناہِ صغیرہ کا بھی عادی نہ ہو، عالم ہو اور اِسلامی علوم میں بصیرت رکھتا ہو۔ (اِزالۃ الخفاء، حجۃ اللہ البالغہ وشرح عقائد نسفی وغیرہ)

وزیرِ اعظم کی جو حیثیت ہندوستان جیسے آج کے جمہوی ممالک میں ہے کہ پارلیمنٹ یا اسمبلی میں جس سیاسی پارٹی کو اَکثریت حاصل ہو اُس کا لیڈر وزیرِ اعظم یا چیف منسٹر ہو، اِسلامی تعلیمات میں اِس طرز کی اگر ممانعت نہیں کی گئی تو اِس کی ہدایت بھی نہیں کی گئی

جمہوریت پر ایک نظر :

کوئی بھی موسم ہو اُس میں اُس موسم کے خاص پھل کی بہار ہوتی ہے، زبانوں پر اُس کا تذکرہ ہوتا ہے، دِلوں میں اُس کی رغبت اور خواہش، بازار اور منڈیوں میں اُس کی کثرت ہوتی ہے۔ تجربہ نے چہرۂ جمہوریت کے خوشنما اور دلکش غازہ [1] کو بڑی حد تک کُھرچ دیا ہے مگر تقریبًا چالیس سال پہلے کا دور وہ تھا جس میں یورپ کی اِستعمار پسند حکومتیں دُنیا پر چھائی ہوئی تھیں وہ دور تصورِ جمہوریت کا موسمِ بہار تھا، شکنجۂ اِستعمار میں کسی ہوئی قوموں کے مضطرب جذبات تصورِ جمہوریت کا اِستقبال کر رہے تھے اور یہ تصور اہلِ دانش، اہلِ نظر اور اَصحابِ فکر کی عقل و دانش پر یہاں تک چھایا ہوا تھا کہ وہ کھینچ تان کر اِسلام کو بھی اپنی ہی صف میں کھڑا کرنا چاہتے تھے کہ جمہوریت کے جس تخیل کو وہ متاعِ بے بہاء سمجھ رہے ہیں اِسلام بھی اُس کی تعلیم دیتا ہے اور بازارِ سیاست میں اُس کا خریدار ہے۔

کوئی بھی مذہب جمہوریت کو پسند نہیں کرتا :

لیکن اگر ہم جذبات سے بالا ہو کر حقیقت کو سامنے رکھیں تو حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی مذہب جمہوریت کی موافقت نہیں کر سکتا جس طرح جمہوریت اگر صحیح معنی میں جمہوریت ہے تو وہ مذہب کے

---

[1] ظاہری خوشنمائی

تابع نہیں ہو سکتی کیونکہ ہم جمہوریت کے ثناخواں و مدّاح اِس لیے ہوتے ہیں کہ اِس میں عوام کو آزادی میسر آتی ہے، رائے کی آزادی، فکر کی آزادی، تحریر کی آزادی، تقریر کی آزادی، مطلق العنان حریت یعنی بے لگام آزادی حالانکہ کوئی بھی مذہب اِس مطلق العنان بے لگام اور منہ چھوٹ آزادی کی اِجازت نہیں دے سکتا۔ ہر ایک مذہب اَخلاق کا طوقِ زریں اِنسان کے گلے میں ڈالتا ہے اُس کا اصل اُصول ہوتا ہے پابندی، فرمانبرداری، ضبط و کنٹرول، اِیثار و قربانی اِس کے برعکس مطلق العنان آزادی جو جمہوریت کا طرۂ اِمتیاز مانی جاتی ہے رفتہ رفتہ آوارگی کی شکل اِختیار کر لیتی ہے۔

آپ تحقیق فرمائیں تو مہذب ترین جمہوری ممالک کاروباری ضابطوں اور قاعدوں میں خواہ کتنے ہی با اُصول ہوں مگر اَخلاق، کردار، رُوحانیت، خوفِ خدا اور خدا پرستی کے لحاظ سے وہ آوارہ اور شورہ پُشت [1] ہیں۔

بے شک جمہوریت کا یہ رُخ قابلِ قدر ہے کہ اُصولاً ایک فرقہ کو دُوسرے پر مسلط نہیں کرتی اگرچہ عملاً اِس سے نجات بھی نہیں مِل سکتی کیونکہ اکثریت اگر کسی ایک فرقے سے تعلق رکھتی ہے تو وہ لامحالہ اپنی چھاپ جمہوریت پر ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ یہ سمجھنے لگتی ہے کہ جمہوریت کے معنی ہیں اکثریت کے ہم رنگ ہونا۔

فریب نظر اور طلسم :

جمہوریت اور ڈیموکریسی کے ثناخواں جمہوریت کی خوبی یہ بیان کرتے ہیں کہ جمہوریت میں اِقتدارِ اَعلیٰ جمہور کو حاصل ہوتا ہے، حکومت جمہور کی ہوتی ہے، اَصل اِختیارات جمہور کو حاصل ہوتے ہیں وہ اپنے لیے اپنی مرضی کے مطابق دستورِ اَساسی (Constitution) اور قانون تجویز کر سکتے ہیں لیکن حقیقت پسندانہ نظر ڈالی جائے تو یہ تمام الفاظ طلسم اور جادُو کے منتر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے جو دماغوں کو مسحور ضرور کر لیتے ہیں مگر حقیقت اور واقعیت سے آشنا نہیں ہوتے۔ جمہور کے پاس ووٹ کی طاقت ضرور ہوتی ہے مگر کیا اِس حقیقت سے اِنکار ہو سکتا ہے کہ جس طرح گری نکال دینے کے بعد بادام

---

[1] سرکش، نافرمان، جھگڑالو

کا چھلکا، کوڑا کرکٹ یا اِیندھن بن جاتا ہے، ووٹ دینے والے بھی ووٹ دینے کے بعد بے مغز پوست بلکہ گردِ پا بن جاتے ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ مغز ہی اَصل ہے بادام کی گری ہی بادام کا حاصل ہے، اگر گری کام آرہی ہے تو بادام بیکار نہیں گیا اور ضائع نہیں ہوا۔ عوام کے نمائندے اگر قانون بنا رہے ہیں تو وہ قانون عوام ہی کا بنا ہوا قانون ہے اگر وہ نمائندے حکومت کر رہے ہیں تو وہ عوام ہی کی حکومت ہے۔

مگر کیا واقعی یہی ہوتا ہے کہ قانون عوام کے نمائندے بناتے ہیں اور عوام کے نمائندے ہی حکومت کرتے ہیں ؟ کون نہیں جانتا کہ ۸۰/ فیصد نمائندے وہ ہوتے ہیں جو قانون بنانے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے، سینکڑوں ممبروں کے ایوان میں چند اَفراد کی کمیٹی بنادی جاتی ہے جو قانون کا مسودہ تیار کرتی ہے، اصل واضعِ قانون [1] یہ کمیٹی ہوتی ہے دس پندرہ فیصد وہ ہوتے ہیں جو قانون کو سمجھتے ہیں باقی تعداد جو سینکڑوں کی ہیبت اَنگیز اور مرعوب کن تعداد ہوتی ہے اِس دس فیصد کی تقلید کرنے والی ہوتی ہے مثلاً جمہوریہ ہند کا دستورِ اَساسی جن پر مفکرینِ ہند کو ناز ہے اور جس کا وہ ساری دُنیا میں ڈھنڈورا پیٹتے ہیں بیشک وہ مجلسِ دستور ساز کا منظور کردہ ہے جس کے اَرکان کی تعداد تقریبًا پانچ سو تھی جس میں اَقلیتوں کو بھی مناسب نمائندگی دی گئی تھی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اُس کا مسودہ ایک کمیٹی نے تیار کیا اور کمیٹی کے اَرکان نے بھی سہولت کار کے لیے تدوین اور ترتیب کا کام ایک قابل شخص (ڈاکٹر امبید کر) کے سپرد کر دیا تھا، مسودہ تیار کرنے میں کمیٹی کے اَرکان بھی وقتًا فوقتًا اِن کی مدد کر دیتے تھے، بیشک وہ مسودہ اَرکان کے سامنے پیش کیا گیا۔

اِسمبلی کے اِجلاس میں اُس کی ایک ایک دفعہ پڑھی گئی اُس میں ترمیمات بھی ہوئیں لیکن یہ سب نقش و نگار کی تبدیلیاں تھیں بنیادی ستون وہی رہے جن کی بنیاد ڈاکٹر امبید کر نے ڈالی تھی اور اگر ہم اِس نمائش ہی کو حقیقت گردان لیں اور تسلیم کرلیں کہ دستورِ اَساسی دستور ساز اِسمبلی ہی کے اَرکان نے مرتکب کیا تھا اور ہر ایک رُکن وضع قانون اور ترتیت دستورِ اَساسی کی پوری صلاحیت رکھتا تھا اور اُس

---

[1] قانون ساز

نے تدوین و ترتیب میں پوری توجہ اور دماغ سوزی سے کام لیا، تب بھی ظاہر ہے کہ اُس دستورِ اَساسی اور اُس کی دفعات کی منظوری اکثریت کی رائے پر موقوف تھی اور ایوان میں اگر ایک پارٹی مثلاً کانگریس کی اکثریت تھی تو یہ دستورِ اَساسی ایک پارٹی کا دستور ہوا اور جمہوریت کا مصداق صرف یہی اکثریت تھی پھر یہ ہوسکتا ہے کہ اُس پارٹی کے ووٹوں کی مجموعی تعداد مخالفین کی تعداد سے کم ہو مثلاً جمہور کے تیس فیصدی ووٹ کانگریس کو ملے اور ستر فیصدی دُوسری پانچ چھ پارٹیوں میں تقسیم ہوگئے تو بیشک ایوان میں اکثریت کانگریس کو حاصل ہوگئی مگر ظاہر ہے کہ مصنوعی اکثریت تیس فیصدی کی نمائندگی کرتی ہے اور اب جمہور کا اِطلاق صرف تیس فیصدی پر ہورہا ہے۔

یہ دستورِ اَساسی کے وضع و ترتیب کی صورت تھی جس کو تمام قوانین میں بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے کیونکہ جملہ قوانین اِس ڈھانچہ کا گوشت پوست ہوتے ہیں جو دستور ساز اِسمبلی دستورِ اَساسی کی صورت میں تیار کرتی ہے۔ دستورِ اَساسی کے علاوہ عام قانون جو اِجلاسوں میں پیش ہوکر منظور ہوتے رہتے ہیں اور جمہوریت کے نام پر اُنہیں جمہور کے سر تھوپا جاتا ہے اُن کے واضعین درحقیقت وہ چند اَفراد ہوتے ہیں جو کابینہ (CABENET) کے رُکن ہوتے ہیں۔ کیبنٹ کا پیش کردہ مسودہ قانون پارٹی کو لامحالہ منظور کرنا پڑتا ہے کیونکہ اِس کو مسترد کرنے کے معنی ہوتے ہیں گورنمنٹ پر بے اِعتمادی ظاہر کرنا۔

مختصر یہ کہ عوامی حکومت اور جمہور کے اِقتدارِ اَعلیٰ کے نعرے صرف نمائشی ہوتے ہیں اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اِقتدارِ اَعلیٰ چند اَفراد کے چھوٹے سے حلقے میں سمٹ کر رہ جاتا ہے۔

اِسلام کون سی جمہوریت کا حامی ہے :

بے شک اِسلام جمہوریت کا حامی ہے بلکہ بانی ہے مگر اِس کے معنی یہ ہیں :

(۱) تمام اِنسان درجۂ اِنسانیت میں مساوی ہیں، وہ کالے ہوں یا گورے، عرب ہوں یا عجم، مشرقی ہوں یا مغربی، سب ایک ماں باپ کی اَولاد ہیں۔

(۲) ایک اِنسان کا درجہ دُوسرے اِنسان سے اگر بلند ہے تو وہ رنگ و نسل، دولت و ثروت یا کسی جغرافیائی بنیاد پر نہیں بلکہ درجہ اگر بلند ہوسکتا ہے تو صلاحیت اور قابلیت کی بنیاد پر اور اللہ تعالیٰ کے یہاں درجہ کی بلندی تقویٰ کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

(۳) ''بادشاہت'' اِقتدارِ اَعلیٰ کو نسل اور خاندان کے تابع کرتی ہے کہ باپ بادشاہ تھا تو بیٹا بھی بادشاہ ہوگا۔ اِسلام اِس سے نفرت کرتا ہے، مَلک الاملاک اور شہنشاہ جو دُنیا میں سب سے زیادہ عظمت کا لفظ ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ قابلِ نفرت ہے۔ (بخاری شریف ص ۹۱۶)
وہ اِقتدارِ اَعلیٰ کو صلاحیت اور قابلیت کے تابع کرتا ہے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۴)

(۴) ہر شخص ذمہ دار ہے، وہ اپنی ذمہ داری کے بارے میں جواب دہ ہے، غریب ہو یا اَمیر، حاکم ہو یا محکوم۔

(۵) اِمام (سربراہِ مملکت) مملکت کا سب سے بڑا ذمہ دار ہے مگر وہ مشورہ کا پابند ہے اور مسلمانوں کے تمام معاملات مشورہ سے طے پاتے ہیں۔

وضع قانون :

اگر کسی ایک شخص کو یہ حیثیت نہیں دی جاسکتی کہ وہ خلقِ خدا کا مالک ہو اور جو کچھ وہ کہہ دے قانون بن جائے اگر اِس کو اِستبداد اور جبر و قہر کہا جاتا ہے تو چند اَفراد کو بھی یہ حیثیت نہ ملنی چاہیے کہ وہ قانون ساز بن کر خلقِ خدا کی جانوں اور اُن کی ملکیتوں میں تصرف کریں۔ واضع قانون خود تصرف نہیں کرتا، کسی کو پھانسی، کسی کی جان بخشی، کسی کے قید و بند، کسی کے مال ضبط کر لینے اور کسی پر جرمانہ کردینے کے عمل وہ خود نہیں کرتا، مگر جب اِن اُمور کے ضابطے اور قاعدے مقرر کر کے تصرف کرنے والے کے تصرف کو جائز قرار دیتا ہے تو یہ خود ایسا عمل ہے جس کا دائرہ اَثر اُس کے اپنے تصرف سے بھی زیادہ وسیع ہے کسی کا گلہ گھونٹ کر مار ڈالنا ظالمانہ تصرف ہے مگر اُس کا مظلوم یعنی اُس سے متاثر ہونے والا صرف ایک شخص ہے مگر ایسا ضابطہ بنادینا کہ فلاں عمل کرنے والے کو گولی ماردی جائے اور فلاں عمل کرنے

والے کی جائیداد ضبط کر لی جائے ایسا تصرف ہے جس کا تختۂ مشق ایک دو نہیں بلکہ لاتعداد اور بے شمار اِنسان ہوتے ہیں، کون نہیں جانتا کہ کسی آرڈیننس کا جاری کر دینا ایسا تصرف ہے جو پورے ملک کے تمام باشندوں کو متاثر کرتا ہے۔

قانون وضع کرنے کا اِختیار کس کو ہے :

اِسلام جس طرح ملوکیت اور شہنشاہیت کو اِنسانی بھائی چارے اور اِنسانی مساوات کے خلاف سمجھتا ہے وہ اَفرادِ اِنسان کی کسی جماعت یا کسی کمیٹی کو بھی وضع دستورِ اَساسی کا اِختیار دینا مساواتِ اِنسانی کے خلاف سمجھتا ہے، اُن کا علم محدود، مستقبل کی اُن کو خبر نہیں، حال پر بھی اُن کو پورا اِختیار نہیں، وہ اِنسانی طبقات کے مختلف جذبات سے ناواقف، فطری رُجحانات جو ایک ہی نوع کے مختلف حلقوں میں ہوتے ہیں اُن سے بھی وہ پوری طرح باخبر نہیں، وہ اپنے جیسے اِنسانوں کے لیے قانون بنائیں اور اُن کی گردنیں دستوری دفعات کے شکنجے میں کسیں، مساواتِ اِنسانی کا نازک نظریہ اِس کو برداشت نہیں کرتا اِسی لیے وہ وضع قانون کا اِختیار صرف اُس کو دیتا ہے جو حقیقی مالک ہے اور چونکہ وہ خالق ہے لہٰذا وہ اِن تمام جذبات و رُجحانات سے واقف ہے جو اِنسانوں کے مختلف طبقات اور نوعِ اِنسانی کی مختلف صنفوں میں ہوتے ہیں اور چونکہ وہ خالق و مالک ہے اُس کو حق ہے کہ اپنی مخلوق کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے اور جو چاہے اُن کے لیے دستور بنائے۔ اِنسان کا اِنسان کے لیے قانون بنانا سراسر بے محل اور ایک طرح کا جبر و قہر ہے اِس لیے قرآنِ حکیم اُن سب کو ظالم و فاسق یا کافر قرار دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے مرتب کردہ دستورِ اَساسی کے خلاف کوئی دستور بنائیں یا ایسے دستور کو تسلیم کرتے ہوئے فیصلہ خداوندی کے خلاف کوئی فیصلہ صادر کردیں۔ (سورۂ مائدہ آیت ۴۴ تا ۴۷) اِس نظریہ اور فکر کے بموجب جب اِنسان کو قانون سازی کا حق نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ اُس کے دائرۂ اِقتدار میں نہ دستور ساز اِسمبلی ہوگی نہ آئین ساز کونسل، نہ اُن کے اِنتخابات ہوں گے اور نہ وہ بے پناہ مصارف ہوں گے جو پارلیمنٹ، کونسل اُن کے عہدیداروں، وزراء اور منسٹروں پر ہوتے ہیں یا اُن کے اِنتخابات کے سلسلہ میں برداشت کیے جاتے ہیں۔

دستورِ اَساسی :

اِسلامی نقطۂ نظر سے قرآنِ حکیم دستورِ اِساسی ہے جس کی تشریح آنحضرت ﷺ کے اِرشادات پھر حضراتِ خلفائے راشدین کے طریقہ ہائے کار اور جماعتِ صحابہؓ کے طرزِ عمل نے کی، اِسی کا نام " اَلشَّرِیْعَةُ" "اَلدِّیْنُ" اور " اَلسُّنَّةُ" ہے۔ اِسی دستورِ اَساسی کی موجودگی میں کوئی اور دستور وضع نہیں کیا جائے گا اَلبتہ پیش آنے والے معاملات کے مطابق اِسی دستور کے اُصولِ مسلمہ سے ضابطے اور قاعدے اَخذ کیے جائیں گے اور اُن کی روشنی میں معاملات کے فیصلے ہوں گے۔

مجلسِ آئین ساز کے بجائے عدالتِ عالیہ :

اپنی جان، اپنا مال، غیر کی جان اور اُس کا مال، رشتہ دار، پڑوسی، شہری، ملکی غیر ملکی، غیر مسلم وغیرہ کے حقوق، فرائض و جرائم کی حیثیت، اُن کی سزائیں، جنگ وصلح کے بنیادی ضابطے، خرید وفروخت، ہبہ، عاریت، اِجارہ، تحفظِ نسل، اَزدواجی تعلقات وغیرہ کے ضابطے اور اُصول قرآنِ حکیم اور سنتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوة والسلام) نے مقرر کر کے نوعِ اِنسان کو وضع دستور اور قانون سازی کی اُلجھنوں سے آسودہ اور اُس کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کر دیا ہے، صرف وہ کام باقی ہے جو کسی قانون کے پیش نظر عدالت کو کرنا پڑتا ہے۔ پیش آنے والے معاملات میں ہماری عدالتیں، پارلیمنٹ یا اِسمبلی وضع کردہ دستور یا قانون کو تلاش کرتی ہیں، اُس کا منشاء سمجھتی ہیں اور اُس کی رہنمائی میں فیصلہ کرتی ہیں، اِسلامی عدالتیں قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کریں گی۔ اَراضی کی ملکیت، ملکیت کی نوعیت، واجبات یعنی پیداوار کے سلسلے میں سرکاری مطالبات، اُفتادہ اَراضی، کانوں اور چشموں کی حیثیت، پہاڑ، دریا، اُن کی قدرتی پیداوار وغیرہ کے متعلق سوالات پیدا ہوئے۔ اِمام اَبو یوسف رحمہ اللہ نے کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کی روشنی میں ایک مجموعہ قانون مرتب کر دیا جو "کتاب الخراج" کے نام سے مشہور ہے، خلافتِ عباسیہ کے دور میں اِسی نے آئین کی حیثیت اِختیار کر لی، پیش آنے والے سوالات کے متعلق مجلسِ قانون ساز کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ اُسی آئین کے مضمرات سے جوابات اَخذ کیے گئے اور اُن ہی کو

بائی لاز (By Laws) اور ضمنی قوانین کی حیثیت دی گئی۔

اِسلامی نظامِ حکومت کا مقصد :

دستورِ اَساسی (کتاب اللہ وسنت رسول اللہ) اور عدالتِ عالیہ کے بعد معاملہ صرف نفاذ کا رہ جاتا ہے جس کے لیے اِنتظامی عملہ کی ضرورت ہے مقنّنہ[1] کی نہیں، اِسلامی حکومت کا پورا نظام اِس لیے ہوتا ہے کہ قانونِ اِسلامی کو نافذ کرے اور جو حکومت اِس مقصد کے لیے ہو وہی اِسلامی حکومت ہے۔

تشکیلِ حکومت اور سربراہِ مملکت :

قرآنِ حکیم یا اَحادیثِ مقدسہ نے تشکیلِ حکومت کے لیے کوئی خاص ضابطہ مقرر نہیں کیا ہے صرف ایک بنیادی تعلیم دی ہے کہ سربراہ کا تقرر نسل اور خاندان کی بناء پر نہ ہو، اہلیت اور صلاحیت کی بناء پر ہو، یہ سربراہ کس طرح بنایا جائے کتاب وسنت نے اِس کو بھی موضوعِ بحث نہیں بنایا اَلبتہ سربراہ کے اَوصاف بیان کردیے ہیں اور اُس کے فرائض مقرر کردیے ہیں۔ اَب

(۱) اِسلامی مملکت کا سربراہ عوام کی آراء سے بھی منتخب کیا جا سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ مدارِ اِنتخاب وہ اَوصاف ہوں جو اِسلامی مملکت کے سربراہ میں ہونے چاہئیں جو آغازِ مضمون میں بیان کیے گئے ہیں۔

(۲) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سربراہ جو اِن اَوصاف کا حامل ہو اِنتخاب کے قصہ میں نہ پڑے اور خود اپنی جانب سے اپنا کوئی ایسا قائم مقام نامزد کردے جو اِن اَوصاف کا حامل ہو اور عوام میں متعارف ہو۔

(۳) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سربراہ جو اَوصافِ سربراہی کا صحیح طور پر حامل ہو اپنی جانب سے کچھ اہل الرائے حضرات کو نامزد کردے کہ وہ آئندہ کے لیے کوئی سربراہ نامزد کردیں جو اَوصافِ سربراہی سے متصف ہو۔

---

[1] قانون ساز اِدارہ یا اَفراد

"ڈکٹیٹر" کی حیثیت ؟ :

اِسلام جبر و قہر کی اِجازت نہیں دیتا لیکن اگر کوئی اپنی طاقت کے بل بوتے پر سربراہ بن جائے تو مسلمان اُس کی قیادت تسلیم کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ فرائض کی اَدائیگی میں کوتاہی نہ کرے اور ایسے اَوصاف کا حامل ہو جو فرائض اَدا کرنے کے لیے ضروری ہیں۔

نبی کا دیا ہوا نعرہ :

آج دُنیا میں رُوس اور اَمریکہ کے درمیان سرد جنگ جاری ہے، ہر ایک بلاک دُوسرے کو مرعوب کر رہا ہے، یہ میدان مسلمانوں سے خالی ہے۔ بین الاقوامی سیاست میں مسلمانوں اور اُن کی تمام مملکتوں کا شمار پسماندہ اَقوام میں ہوتا ہے، حاشا وکلا قرآنِ حکیم مسلمانوں کے لیے یہ ذلّت گوارا نہیں کرتا، قرآنِ پاک کی تلقین یہ ہے کہ ﴿ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ﴾ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو یہ نعرہ دیا تھا : اَلْاِسْلَامُ یَعْلُوْا وَلَا یُعْلٰی عَلَیْهِ

اِسلام بلند ہو کر رہتا ہے، یہ نہیں ہوتا کہ دُوسروں کو اِسلام پر بلندی حاصل ہو

سائنسی اور ترقیاتی اُمور کے لیے سرمایہ کی فراہمی :

سائنسی تحقیقات اور ترقی کا کام دُوسروں نے لے لیا، اِسی راستہ سے وہ دُنیا پر چھائے ہوئے ہیں اور تمام دُنیا کو مرعوب کر رہے ہیں۔ قرآنِ حکیم کی تعلیم اور آنحضرت ﷺ کے اِرشاد کے بموجب اِسلامی حکومت کو ایسا بیدار مغز ہونا چاہیے کہ اِس میدان میں بھی اُس کا قدم سب سے آگے رہے، وہ کسی کے دستِ نگر نہ رہیں، دُوسروں کو اُن کا دستِ نگر رہنا چاہیے، وہ اللہ کے سوا کسی دُوسرے سے خائف نہ ہوں، دُوسروں پر اُن کی دَھاک رہنی چاہیے۔ (سورۂ توبہ آیت ۱۳۳) اِس ترقی اور برتری کے لیے بہت زیادہ دولت کی ضرورت ہے، زکوۃ وصدقات اور عشر جو خوشحال مسلمانوں پر فرض ہوتے ہیں وہ ضرورت مند عیال دار، فقراء و مساکین کا حصہ ہے، اُن کی رقومات اِن مدات پر ہی خرچ کی جائیں گی، ترقی اور اِستحکامِ قوت کے مدات پر خرچ نہیں ہو سکتیں۔

خراج، جزیہ اور اِسلامی تعلیم کے بموجب عشور یعنی درآمد و برآمد مال کے ٹیکس اور اِس طرح کے معینہ مدات کی آمدنی اگر اِن ضرورتوں کے لیے ناکافی ہو (جو ترقی پذیر تعلیم و تربیت اور ریسرچ وتحقیقات اور سامانِ جنگ کی فراہمی وغیرہ کے سلسلے میں رُونما ہوں) تو مجلسِ شوریٰ یہاں اپنا فرض اَنجام دے گی یعنی ماہرین کی اِمداد سے ذرائع آمدنی میں اِضافہ کرے گی۔

کارخانے اور فیکٹریاں :

یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ لوگ اپنی محنت اور اپنی گاڑھی کمائی سے کارخانے اور مِل قائم کریں اور حکومت اُن کو نیشنلائز کر کے اپنے قبضہ میں لے لے، حکومت کو غاصب نہ ہونا چاہیے بلکہ حکومت کو ایسا فرض شناس ہونا چاہیے کہ وہ پہلے ہی اپنی طرف سے بڑے بڑے کارخانے قائم کر کے اپنی آمدنی میں اِضافہ کرلے۔ ترقیاتی پلان اور منصوبے آج بھی پارلیمنٹ اسمبلی یا مجلسِ وزراء نہیں بناتی، بنانے والے اور ہوتے ہیں پارلیمنٹ اُن کی منظوری دیتی ہے۔ کیا اچھا ہو کہ شوریٰ کے اَرکان وہ ماہر ہوں جو اِس طرح کے منصوبے بنا سکیں آخر ایسے ہی ماہرین کو شوریٰ کا (پارلیمنٹ کا) ممبر کیوں نہیں بنایا جاتا، کیا وہ عوام کی ضرورتوں اور رُجحانات سے بے خبر ہوتے ہیں ؟ وہ عوام کی نمائندگی کیوں نہیں کر سکتے ؟

خسارہ پورا کرنے والا آمدنی کا ایک مَد :

قرآنِ حکیم نے ایک مستقل مد قرار دے دیا ہے ''اِنفاق فی سبیل اللہ'' (راہِ خدا میں خرچ کرنا) چنانچہ سورۂ اَنفال کی مذکورہ بالا آیت کا آخری حصہ یہ ہے۔

> ''اللہ کے راستہ میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا اَدا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (سورۂ اَنفال آیت ۶۰)

سورۂ محمد کی آخری آیت کا مفہوم یہ ہے :

> ''تم کو دعوت دی جا رہی ہے کہ تم راہِ خدا میں خرچ کرو، تم میں سے کچھ وہ ہیں جو اِس دعوت کے جواب میں بخل سے کام لیتے ہیں (خرچ نہیں کرتے) دیکھو یہ اگر

بخل کرتے ہیں تو اپنے (مفاد) سے بخل کر رہے ہیں، اللہ کو ضرورت نہیں وہ بے نیاز ہے۔(اعلیٰ تعلیم، ترقی پذیر تربیت، سائنسی اِیجادات وترقیات یہ تمہاری ضرورتیں ہیں) تم ہی ضرورت مند ہو (خود تمہاری باعزت بقاء کے لیے اِن کی ضرورت ہے) اگر تم منہ موڑتے ہو تو تم ختم ہو جاؤ گے اللہ تمہارے بدلہ میں کسی دُوسری قوم کو کھڑا کرے گا جو تم جیسی تن آسان، فرض شناس اور مفاد پرست نہیں ہوگی۔''

سورۂ بقرہ میں جنگ وقتال کے متعلق ہدایات دینے کے بعد اِرشاد ہے :

''خرچ کرو اللہ کے راستہ میں اور نہ ڈلوا اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں بربادی اور ہلاکت میں۔''(سورۂ بقرہ آیت ۱۹۵)

قرآنِ حکیم میں اِس ''اِنفاق فی سبیل اللہ'' کو ''قرضِ حسن'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ گویا قومی یا ملی فرض ہوتا ہے۔

خسارہ بڑھانے والا آمدنی کا ایک مَد :

ہماری حکومتیں بھی قومی یا جنگی قرض لیتی ہیں جن کا سود بھی اَدا کرتی ہیں مگر اِس سود کے نتیجہ میں اِس قومی اور جنگی قرضوں کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ دولت مند جو قرض دینے والے ہیں اُن کی دولت بڑھ جاتی ہے اور اُس تمام قرض کا بار ملک کے تمام غریب ٹیکس دینے والوں پر پڑتا ہے۔ دولتمند یہ قرض دے کر بظاہر قوم کی خدمت کر رہا ہے لیکن فی الحقیقت قوم کا خون چوس رہا ہے اور اپنی اَمیری بڑھا رہا ہے۔

وہ قرض جس کا بار عوام پر نہ پڑے :

قرآنِ حکیم جس قرض کا مطالبہ کرتا ہے اُس کا کوئی بار غریب اور محنت کش طبقہ پر نہیں پڑتا، صرف دولتمند پر اِس کا بار پڑتا ہے، اُسی کی گرہ میں سے اُس کی خالص پونجی خرچ ہوتی ہے اگرچہ یہ وعدہ بھی ہے کہ ''تم کو پورا پورا اَدا کیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں ہوگا۔''(سورہ اَنفال آیت ۶۰)

اِس پورا پورا اَدا کرنے کی شکل یہ ہے کہ ترقیات کے مفادات سے یہ دولتمند بھی بہرہ اَندوز

ہوں گے چنانچہ جن صحابہ کرامؓ نے اِرشادِ خداوندی کی تعمیل کرنے کے لیے خرچ کیا تھا اُن میں سے بہت سے وہ بھی تھے کہ ثوابِ آخرت کے علاوہ دُنیا میں بھی اُن کو پورا پورا بلکہ پورے سے بھی بہت زیادہ اَدا کردیا گیا۔

اِسلامی قرض کا مادّی اور رُوحانی فائدہ :

حضرت زُبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی حالت اِبتداءِ زمانہ میں یہ تھی کہ اِن کی اہلیہ محترمہ حضرت اَسماء رضی اللہ عنہا اُونٹ کے چارے اور چولہے کے سوختے [1] کے لیے گٹھلیوں وغیرہ کا بارُ دوتین میل فاصلہ سے خود اپنے سر پر رکھ کر لایا کرتی تھیں مگر تیس سال بعد جب وہ شہید ہوگئے تو اِن کا ترکہ پانچ کروڑ سے زیادہ کا تھا جو قطعاً جائز اور پاک آمدنی سے حاصل ہوا تھا جبکہ تمام غزوات میں پیش پیش رہے تھے اور کروڑوں درہم راہِ خدا میں خرچ کیے تھے۔ (بخاری شریف ص ۴۴۱، ۴۴۲)

اور پورا پورا اَدا کرنے کی دُوسری شکل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اُن کے مدارج اِتنے بڑھائے جائیں کہ اَندازہ لگانا مشکل ہو اور اُس زمرہ میں ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے اَنبیاء علیہم السلام کی طرح مُنْعَمْ عَلَیْہِمْ فرمایا ہے اور اُن کو اَبدی حیات کی بشارت دی ہے۔

بہرحال اِس قرض کی اَدائیگی باشندگانِ ملک کی جیب سے نہیں ہوگی، اَرکانِ شوریٰ کا فرض ہوگا کہ اِسلامی مملکت کی ترقی پذیر ضرورتوں کا جائزہ لیں اُن کا بجٹ بنائیں بجٹ کو پورا کرنے کے لیے قرضِ حسن حاصل کریں۔

دولتمندوں کا فرض ہوگا جو اُن کے ذمے کیا جائے وہ اِس کو خوش دلی سے اَدا کریں، یہ اُن کے لیے ذخیرۂ آخرت ہوگا، زکوۃ کی طرح اُس کی اَدائیگی بھی فرض ہوگی اور زکوۃ کی طرح اُس کا ثواب بھی پیش اَز پیش ہوگا جس کی تائید بے شمار آیات اور اَحادیث سے ہوتی ہے۔

---

[1] ایندھن

قرض کی شرح :

اِس قرض للہ اور فی سبیل اللہ کی شرح کیا ہوگی ؟ اگر اِمام اَز خود کسی آرڈیننس سے طے کر دیتا ہے تو ایک طرح کا جبر ہوگا لیکن اگر اَرکانِ شوریٰ جو با اَثر اور با رُسوخ بھی ہوں وہ طے کرتے ہیں تو سب کے لیے قابلِ برداشت ہوگا۔

اِسی طرح ترقی پذیر اَعلیٰ تعلیم اور تربیت کی ضرورتیں ہیں، اِن کے مصارف بھی ایسی ہی آمدنی یا قرض اللہ سے پورے کیے جائیں گے، شوریٰ کا فرض ہوگا کہ اِن تمام ضرورتوں کا جائزہ لے کر بجٹ بنائے، ممکن ہے اُس کو قانون سازی کہہ دیا جائے مگر ہمارے خیال میں یہ ''قانون'' اور ''لا'' نہیں بلکہ یہ حکمِ خداوندی کے نافذ کرنے کی صورتیں ہیں۔

زکوۃ کی رقم اِن مدات میں خرچ نہیں کی جائے گی، اَلبتہ زکوۃ سے دولت کا اَندازہ ہوسکتا ہے جس نے ایک ہزار روپے زکوۃ میں دیا ہے اُس کا کل اَثاثہ چالیس ہزار ہوگا، بہر حال اِس قسم کے کام ہوں گے جن کو اَرکانِ شوریٰ زیرِ قیادت اِمام اَنجام دیں گے (یہ ہے اِسلامی نظامِ حکومت کا مختصر خاکہ)

اِس تاریخی حقیقت پر سلسلۂ کلام کو ختم کیا جاتا ہے، خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ جو کہ رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث کیے گئے تھے سب سے پہلے آپ ہی نے دفاع کے لیے خندق کی تجویز منظور فرمائی، عرب اِس سے قطعًا نا آشنا تھے جب حملہ آوروں نے جن میں تقریبًا پورے عرب کے قبائل تھے، دفاع کا یہ نیا طریقہ دیکھا تو حیران رہ گئے اگرچہ فتح نصرتِ خداوندی سے ہوئی مگر یہ خندق دُشمن کی ناکامی کا پیش خیمہ بن گئی پھر آنحضرت ﷺ ہی نے سب سے پہلے منجنیق اور دبّابہ[1] کو اِستعمال کرایا، جب آپ ﷺ قلعہ طائف پر حملہ کررہے تھے، یہ اُس زمانہ کے ترقی یافتہ آلاتِ حرب تھے جن کو تاریخ اِسلام میں سب سے پہلے رحمۃ للعالمین نے اِستعمال فرمایا، کیونکہ مقصدِ رحمت اُس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک ظلم کی طاقتیں پامال نہ ہوں۔

---

[1] توپ

عالمی سیاست اور مسلمان :

واقعہ یہ ہے کہ تمام عالم پر چتر رحمت [۱] اُسی وقت سایہ فگن ہو سکتا ہے جب بین الاقوامی سیاست میں بالادستی اور شانِ قیادت حاصل ہو، ہم سود کو بدترین ظلم سمجھتے ہیں مگر ہم تمام اِحتیاطوں کے باوجود سود لیتے بھی ہیں اور دیتے بھی ہیں کیونکہ جس اِقتصادی نظام میں ہم جکڑ بند ہیں وہ بینک سسٹم ہے اور جب تک اِقتصادیاتِ عالَم کی باگ دوڑ آپ کے ہاتھ میں نہ ہو آپ بینک سسٹم ختم کر کے کوئی متبادل نظام قائم نہیں کر سکتے۔

سود کے متعلق قرآنِ حکیم کا فیصلہ دستورِ اَساسی کی ایک دفعہ ہے، مجلسِ شوریٰ اِس میں تبدیلی نہیں کر سکتی اَلبتہ متبادل صورتیں طے کرنا اور اُن کو نافذ کرنا اُس کا فرض ہوگا۔

مگر اَفسوس اِس وقت دُنیا میں مسلمانوں کی کوئی حکومت بھی اِس قابل نہیں کہ بین الاقوامی سیاست پر اَثر اَنداز ہو سکے اور اَفسوس یہ ہے کہ اُن کو اِس کا اِحساس بھی نہیں کہ حاملِ قرآن ہونے کی حیثیت سے اُن کا کیا فرض ہے۔ وَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی .

۞ ۞ ۞

جامعہ مدنیہ جدید کے فوری توجہ طلب ترجیحی اُمور

(۱) مسجد حامد کی تکمیل

(۲) طلباء کے لیے دارُالاقامہ (ہوسٹل) اَور دَرسگاہیں

(۳) کتب خانہ اَور کتابیں

(۴) پانی کی ٹنکی

ثواب جاریہ کے لیے سبقت لینے والوں کے لیے زیادہ اَجر ہے۔ (ادارہ)

---

[۱] رحمت کی چھتری

قسط : ۱۶

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

گیارہواں سبق : دین کی خدمت و دعوت

بھائیو ! جس طرح ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ پر اِیمان لائیں اور اُن کے بتلائے ہوئے نیکی اور پرہیزگاری کے اُس سیدھے اور روشن راستے پر چلیں جس کا نام ''اِسلام'' ہے اِسی طرح ہم پر یہ بھی فرض ہے کہ اللہ کے جو بندے اِس راستے سے بے خبر ہیں یا اپنی طبیعت کی برائی کی وجہ سے اُس پر نہیں چل رہے ہیں اُن کو بھی اِس سے واقف کرنے کی اور اُس پر چلانے کی کوشش کریں یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ فرض کیا ہے کہ ہم اُس کے اچھے فرمانبردار اور عبادت گزار اور پرہیزگار بندے بنیں اِسی طرح اُس نے یہ بھی فرض کیا ہے کہ اِس مقصد کے لیے ہم اُس کے دُوسرے بندوں میں بھی کوشش کریں اِسی کا نام دین کی خدمت اور دین کی دعوت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام اِتنا بڑا ہے کہ اُس نے ہزاروں پیغمبر اِس دُنیا میں اِس مقصد کے لیے بھیجے اور اُن پیغمبروں نے طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھا کے اور دُکھ سہ کے دین کی خدمت و دعوت کا یہ کام اَنجام دیا اور لوگوں کی اِصلاح و ہدایت کے لیے کوششیں کیں (اللہ تعالیٰ اُن پر اور اُن کا ساتھ دینے والوں پر بے حساب رحمتیں نازل فرمائے)۔

پیغمبری کا یہ سلسلہ خدا کے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن ہی کے ذریعہ اپنے اِس خاص فیصلہ کا اِعلان بھی کردیا کہ دین کی تعلیم و دعوت اور لوگوں کی اِصلاح و ہدایت کے لیے آئندہ اب کوئی نیا پیغمبر نہیں بھیجا جائے گا بلکہ اب قیامت تک یہ کام اُن ہی لوگوں کو کرنا ہوگا جو حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے دینِ حق کو مان چکے ہیں اور اُن کی ہدایت کو قبول کر چکے ہیں۔

اَلغرض نبوت و رسالت ختم ہونے کے بعد دین کی دعوت اور لوگوں کی اِصلاح و ہدایت کی تمام تر

ذمہ داری ہمیشہ کے لیے اب حضور ﷺ کی اُمت کے سپرد کردی گئی ہے اور دراصل اِس اُمت کی یہ بہت بڑی فضیلت ہے بلکہ قرآن شریف میں اِسی کام اور اِسی خدمت و دعوت کو اِس اُمت کے وجود کا مقصد بتلایا گیا ہے گویا کہ یہ اُمت پیدا ہی اِس کام کے لیے کی گئی ہے، اِرشاد ہے :

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (سُورۃ اٰل عمران : ۱۱۰)

''اے اُمتِ محمد (ﷺ) تم ہو وہ بہترین جماعت جو اِس دُنیا میں لائی گئی ہے اِنسانوں کی اِصلاح کے لیے، تم کہتے ہو نیکی کو اور روکتے ہو برائی سے اور سچا اِیمان رکھتے ہو اللہ پر۔''

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اُمتِ محمد یہ دُنیا کی دُوسری اُمتوں اور جماعتوں میں اِس لحاظ سے ممتاز اور افضل تھی کہ خود اِیمان اور نیکی کے راستے پر چلنے کے علاوہ دُوسروں کو بھی نیکی کے راستے پر چلانے اور برائیوں سے بچانے کی کوشش کرنا اُس کی خدمت اور خاص ڈیوٹی تھی اور اِسی لیے اِس کو ''خَيْرَ أُمَّةٍ'' قرار دیا گیا تھا۔ اِسی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ اُمت اگر دین کی دعوت اور لوگوں کی اِصلاح و ہدایت کا یہ فرض اَدا نہ کرے تو وہ اِس فضیلت کی مستحق نہیں بلکہ سخت مجرم اور قصوروار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اِتنے بڑے کام کی ذمہ داری اِس کے سپرد کی اور اِس نے اِس کو پورا نہیں کیا، اِس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ سپاہیوں کے کسی دستہ کو شہر میں اِس کام پر مقرر کرے کہ وہ برائیوں اور بدمعاشیوں کو روکیں لیکن وہ سپاہی اِس خدمت کو اَنجام نہ دیں بلکہ خود بھی وہ سب جرائم اور بدمعاشیاں کرنے لگیں جن کی روک تھام کے لیے بادشاہ نے اِن کی ڈیوٹی لگائی تھی تو ظاہر ہے کہ یہ مجرم اِنعام یا نوکری پانے کے مستحق تو کیا ہوتے، سخت سزا کے قابل ہوں گے بلکہ اگر اُن کو دُوسروں مجرموں اور بدمعاشوں سے زیادہ سزا دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

افسوس ! اِس وقت اِسلامی اُمت کا حال یہی ہے کہ دین کی خدمت و دعوت اور دُنیا کی اِصلاح و ہدایت کا کیا ذکر، خود اُن میں دس پانچ فیصدی سے زیادہ ایسے نہیں رہے ہیں جو صحیح معنی میں

مومن و مسلم ہوں، نیکیاں کرتے ہوں اور برائیوں سے بچتے ہوں۔ ایسی حالت میں ہمارا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ دین کی دعوت اور اِصلاح و ہدایت کا کام پہلے اِس اُمت ہی کے اُن طبقوں میں کیا جائے جو دین و اِیمان اور نیکی و پرہیز گاری کے راستے سے دُور ہوگئے ہیں۔

اِس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہتے اور کہلاتے ہیں خواہ اُن کی عملی حالت کیسی ہی ہو وہ بہرحال اِیمان و اِسلام کا اِقرار کر کے خدا و رسول اور اُن کے دین کے ساتھ ایک قسم کا رشتہ اور ایک طرح کی خصوصیت پیدا کر چکے ہیں اور اِسلامی سوسائٹی اور برادری کے ایک فرد بن چکے ہیں، اِس واسطے ہمارے لیے اُن کی اِصلاح و تربیت کی فکر بہرحال مقدم ہے جس طرح کہ قدرتی طور سے ہر شخص پر اُس کی اَولاد اور اُس کے قریبی رشتہ داروں کی خبر گیری اور دیکھ بھال کی ذمہ داری بہ نسبت دُوسرے لوگوں کے زیادہ ہوتی ہے۔

اور ایک دُوسری وجہ یہ بھی ہے کہ دُنیا کے عام لوگ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھتے ہوئے اِسلام کی خوبی اور بہتری کو کبھی نہیں سمجھ سکتے بلکہ اُلٹے اُس سے متنفر اور بیزار ہوتے ہیں، ہمیشہ سے عام لوگوں کا یہی طریقہ رہا ہے اور اب بھی یہی طریقہ ہے کسی دین کے ماننے والوں کی حالت اور اُن کے اَعمال و اَخلاق دیکھ کر ہی اُس دین کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کی جاتی ہے، جس زمانہ تک مسلمان عام طور سے سچے مسلمان ہوتے تھے اور پوری طرح اِسلام کے اَحکام پر چلتے تھے، دُنیا کے لوگ صرف اُن کو دیکھ دیکھ کے اِسلام کے گرویدہ ہوتے تھے اور علاقے کے علاقے اور قومیں کی قومیں اِسلام میں داخل ہوتی تھیں لیکن جب سے مسلمانوں میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہوگئی جو اپنے کو مسلمان تو کہتے ہیں مگر اُن کے اَعمال اور اَخلاق اِسلامی نہیں ہیں اور اُن کے دِل اِیمان اور تقویٰ کے نور سے خالی ہیں اُس وقت سے دُنیا اِسلام ہی سے بدظن ہوگئی ہے۔

بہرحال ہمیں اِس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمان اُمت کا طرزِ زندگی اور مسلمان قوم کی عملی حالت ہی اِسلام کے حق میں سب سے بڑی شہادت اور گواہی ہے اور اگر اچھی ہوگی تو دین اِسلام کے متعلق اچھی رائے قائم کرے گی اور خود بخود اُس کی طرف آئے گی اور اگر وہ بری ہوگی

تو پھر عام دُنیا اِسلام ہی کو برا جانے گی اور پھر اُن کو اِسلام کی دعوت اگر دی بھی جائے گی تو اُس کا کوئی اَثر نہ ہوگا۔ پس دُوسروں میں اِسلام کی دعوت کا کام بھی اِسی پر موقوف ہے کہ مسلمان اُمت میں اِسلامی زندگی یعنی اِیمان اور عملِ صالح عام ہو۔ بہرحال اِس لحاظ بھی یہی ضروری ہے کہ پہلے مسلمانوں ہی کی اِصلاح و ہدایت کی فکر کی جائے اور اُن میں دینی زندگی کو عام کرنے کے لیے پوری قوت سے جدوجہد کی جائے۔

قرآن شریف میں اِس کام کو (یعنی دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اِصلاح و ہدایت کی کوشش کو) جہاد بھی کیا گیا ہے بلکہ ''جہادِ کبیر'' یعنی بڑا جہاد بتلایا گیا ہے[1] اور اِس میں کچھ شبہ نہیں کہ اگر یہ کام خلوص اور نیک نیتی کے ساتھ اور محض اللہ کی رضا مندی کے لیے کیا جائے تو یقینًا اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا جہاد ہے۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد صرف اُس جنگ کا نام ہے جو دینی اُصول و اَحکام کے مطابق اللہ کے راستے میں لڑی جائے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ دین کی دعوت اور بندگانِ خدا کی اِصلاح و ہدایت کے لیے جس وقت جو کوشش کی جا سکتی ہو وہی اُس وقت خاص جہاد ہے۔

رسول اللہ ﷺ نبوت کے بعد تقریبًا بارہ تیرہ برس مکہ معظّمہ میں رہے اِس پوری مدت میں آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا جہاد یہی تھا کہ مخالفتوں اور طرح طرح کی مصیبتوں کے باوجود خود دین پر مضبوطی سے جمے رہے اور دُوسروں کی اِصلاح و ہدایت کی کوشش کرتے رہے اور بندگانِ خدا کو خفیہ و علانیہ دین کی دعوت دیتے رہے۔

اَلغرض اللہ سے غافل اور راستے سے بھٹکے ہوئے بندوں کو اللہ سے مِلانے کی اور صحیح راستے پر چلانے کی کوشش کرنا اور اُس راہ میں اپنا پیسہ خرچ کرنا اور وقت اور چین و آرام قربان کرنا یہ سب اللہ کے نزدیک ''جہاد'' ہی میں شمار ہے بلکہ اُس وقت کا ''خاص جہاد'' یہی ہے۔

---

[1] سورۂ فرقان کی آیت ﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ کے متعلق مفسرین کی عام رائے یہی ہے کہ اِس سے تبلیغ و دعوت مراد ہے۔

اِس کام کے کرنے والوں کو آخرت میں جو اَجر وثواب مِلنے والا ہے اور نہ کرنے والوں کے لیے اللہ کی لعنت وغضب کے جو خطرے ہیں اُن کا کچھ اَندازہ مندرجہ ذیل حدیثوں سے ہوسکتا ہے۔

حضرت اَبو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''جو شخص لوگوں کو صحیح راستے کی دعوت دے اور نیکی کی طرف بلائے تو جو لوگ اُس کی بات مان کر جتنی نیکیاں اور بھلائیاں کریں گے اور اُن نیکیوں کا جتنا ثواب اُن کرنے والوں کو مِلے گا اُتنا ہی ثواب اُس شخص کو بھی مِلے گا جس نے اُن کو نیکی کی دعوت دی اور اِس کی وجہ سے خود نیکی کرنے والوں کے اَجر وثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔''

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بالفرض آپ کی دعوت اور کوشش سے دس بیس آدمیوں کی بھی اِصلاح ہوگئی اور وہ خدا و رسول کو پہچاننے لگے اور دینی اَحکام پر چلنے لگے نمازیں پڑھنے لگے اور اِسی طرح دُوسرے فرائض اَدا کرنے لگے اور گناہوں اور بری باتوں سے بچنے لگے تو اِن چیزوں کا جتنا ثواب اُن سب کو مِلے گا اُس سب کے مجموعے کے برابر تنہا آپ کو مِلے گا۔ اگر آپ غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اِس قدر اَجر وثواب کمانے کا کوئی دُوسرا راستہ ہے ہی نہیں کہ ایک آدمی کو سینکڑوں آدمیوں کی عبادتوں اور نیکیوں کا ثواب مِل جائے۔

ایک دُوسری روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا :

''اے علیؓ ! قسم اللہ کی اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو بھی ہدایت ہو جائے تو تمہارے حق میں یہ اِس سے بہتر ہے کہ بہت سے سُرخ اُونٹ تمہیں مِل جائیں (واضح رہے اہلِ عرب سُرخ اُونٹوں کو بہت بڑی دولت سمجھتے تھے)۔''

درحقیقت اللہ کے بندوں کی اِصلاح وہدایت اور اُن کو نیکی کے راستے پر لگانے کی کوشش جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا بہت اُونچے درجے کی خدمت اور نیکی ہے اور اَنبیاء علیہم السلام کی خاص وراثت اور نیابت ہے پھر دُنیا کی کسی بڑی سے بڑی دولت کی بھی اِس کے مقابلہ میں کیا حقیقت ہوسکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک اور حدیث میں لوگوں کی اِصلاح و ہدایت کے کام کی اہمیت کو ایک عام فہم مثال کے ذریعہ بھی سمجھایا ہے، آپ ﷺ کے اِرشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ :

''فرض کرو ایک کشتی ہے جس میں نیچے اور اُوپر درجے ہیں، اور نیچے کے درجے والے مسافروں کو پانی اُوپر کے درجے سے لانا پڑتا ہے جس سے اُوپر والے مسافروں کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اُن پر ناراض ہوتے ہیں، تو اگر نیچے والے مسافر اپنی غلطی اور بے وقوفی سے نیچے ہی سے حاصل کرنے کے لیے کشتی کے نچلے حصے میں سوراخ کرنے لگیں اور اُوپر کے درجہ والے اُن کو اِس غلطی سے روکنے کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ کشتی سب ہی کو لے کر ڈوب جائے گی اور اگر اُوپر والے مسافروں نے سمجھا بجھا کر نیچے کے درجے والوں کو اِس حرکت سے روک دیا تو وہ اُن کو بھی بچالیں گے اور خود بھی بچ جائیں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا بالکل اِسی طرح گناہوں اور برائیوں کا بھی حال ہے اگر کسی جگہ کے لوگ جہالت کی باتوں اور گناہوں میں مبتلا ہوں اور وہاں کے نیک اور سمجھ دار قسم کے لوگ اُن کی اِصلاح و ہدایت کی کوشش نہ کریں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اُن گناہگاروں اور مجرموں کی وجہ سے خدا کا عذاب نازل ہوگا اور پھر سب ہی اُس کی لپیٹ میں آجائیں گے اور اگر اُن کو گناہوں اور برائیوں سے روکنے کی کوشش کر لی گئی تو پھر سب ہی عذاب سے بچ جائیں گے۔''

ایک حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے بڑی تاکید کے ساتھ اور قسم کھا کر فرمایا :

''اُس اللہ کی قسم ! جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم اچھی باتوں اور نیکیوں کو لوگوں سے کہتے رہو اور برائیوں سے اُن کو روکتے رہو، یاد رکھو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو بہت ممکن ہے کہ اللہ تم پر کوئی سخت قسم کا عذاب مسلط کردے اور پھر تم اُس سے دُعائیں کرو اور تمہاری دُعائیں بھی اُس وقت نہ سنی جائیں۔''

بھائیو ! اِس زمانہ کے بعض خدارسیدہ اور روشن دِل بزرگوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں پر ایک عرصہ سے جو مصیبتیں اور ذلتیں آرہی ہیں اور جن پریشانیوں میں وہ مبتلا ہیں جو ہزاروں دُعاؤں اور ختموں اور وظیفوں کے باجود بھی نہیں ٹل رہی ہیں اِس کا بڑا سبب یہی ہے کہ ہم دین کی خدمت و دعوت اور لوگوں کی اِصلاح وہدایت کے کام کو چھوڑے ہوئے ہیں جس کے لیے ہم پیدا کیے گئے تھے اور ختم نبوت کے بعد جس کے ہم پورے پورے ذمہ دار بنائے گئے تھے اور دُنیا کا بھی ایسا ہی قانون ہے کہ جو سپاہی اپنی خاص ڈیوٹی اَدا نہ کرے اُس کو معطل کر دیا جاتا ہے اور بادشاہ جو سزا اُس کے لیے مناسب سمجھتا ہے دیتا ہے۔ آؤ آئندہ کے لیے اِس فرض اور اِس ڈیوٹی کو اَنجام دینے کا ہم سب عہد کریں اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہو، اُس کا وعدہ ہے۔

﴿وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ (سُورۃ الحج : ۴۰)

''اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی ضرور مدد کرے گا جو اُس کے دین کی مدد کریں گے۔''

﴿ چار بیماریوں سے حفاظت ﴾

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے کہ ایک بڑے میاں جنہیں قبیصہ کہا جاتا تھا وہ حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہنے لگے کہ مجھے کوئی ایسی دُعاء بتلا دیں جو مجھے دُنیا و آخرت میں نفع دے آپ ﷺ نے فرمایا دُنیا کے نفع کے لیے تو یہ ہے کہ جب تم صبح کی نماز پڑھ چکو تو تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لیا کرو سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہیں چار بیماریوں سے بچائیں گے (۱) جذام (۲) پاگل پن (۳) اَندھا پن (۴) فالج۔ (عمل الیوم واللّیلة لابن سنیؒ ص ۱۱۷)

قسط : ۱۶

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصّے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکۂ سبا بلقیس کا قصہ ﴾

حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہونے کے ساتھ ساتھ دُنیا کے اُن بڑے بادشاہوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکومت و سلطنت عطا فرمائی تھی اور آپ کی حکومت بنی نوع اِنسانیت تک ہی محدود نہ تھی بلکہ آپ عالمِ جنات کے بھی بادشاہ تھے نیز حق تعالیٰ نے آپ کے لیے ہواؤں کو بھی مسخر فرمادیا تھا اِسی طرح زمین پر حرکت کرنے والے تمام حیوانات اور آسمان کی وسعتوں میں محوِ پرواز پرندوں پر بھی آپ کا حکم چلتا تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بخوبی علم تھا کہ اِن تمام چیزوں پر حکومت کی حکمت آپ کی آزمائش اور اِمتحان ہے چنانچہ آپ نے کہا :

﴿هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ لِيَبْلُوَنِىْٓ ءَ اَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىْ غَنِىٌّ كَرِيْمٌ﴾ (سُورۃ النمل : ۴۰)

''یہ میرے رب کا فضل ہے میری آزمائش کے لیے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرے سو شکر کرے اپنے واسطے اور جو کوئی ناشکری کرے، سو میرا رب بے پرواہ ہے کرم والا۔''

ایک دِن حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر اور خدام کو لے کر ایک زبردست مجمع کے جلو میں زیب و زینت کے ساتھ نکلے، آپ کا لشکر ہر طرف پھیلا ہوا تھا پہاڑیوں پر وادیوں میں، جب آپ کا لشکر وادیٔ نمل کے قریب پہنچا تو ایک چیونٹی نے اپنی ہم جنسوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا :

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴾ (سُورۃ النمل : ۱۸)

''چونٹیو ! اپنے بِلوں میں گھس جاؤ اور زمین کے اَندر چھپ جاؤ تاکہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں بے خبری میں روند نہ ڈالے۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس کی بات سن لی اور مسکراتے ہوئے دُعا کی :

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴾ (سُورۃ النمل : ۱۹)

''اے میرے رب ! مجھے توفیق دے کہ شکر کروں تیرے اِحسان کا جو تو نے کیا مجھ پر اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں کام نیک جو تو پسند کرے اور مِلا لے مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں۔''

پھر آپ نے اپنے لشکر اور فوج کا جائزہ لیا جیسے کہ تمام بادشاہ جائزہ لیتے ہیں تو آپ نے ہد ہد کو غائب پایا۔

﴿ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ﴾ (سُورۃ النمل : ۲۰)

''تو کہا، کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہد ہد کو یا ہے وہ غائب۔''

وہ میرے علم میں لائے بغیر کہاں چلا گیا اور بدونِ اِجازت کے کیوں غائب ہو گیا ؟

﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْلَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْلَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ (سُورۃ النمل : ۲۱)

''اُس کو سزا دُوں گا سخت سزا یا ذبح کر ڈالوں گا یا لائے میرے پاس کوئی سند صریح۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر کے سامنے ہد ہد کی سزا کا غصے سے اِعلان کیا، ابھی چند ہی لمحے گزرے کہ ہد ہد معذرت بھرے لہجے اور اِنکساری سے آپ کی فرمانبرداری کا اِعلان کرتے ہوئے اور اپنی غیر حاضری کا سبب بیان کرتے ہوئے آپہنچا، اُس نے عرض کیا : میں نے دُنیا کا چکر لگایا

اور دُور دُور کے ملکوں پر پرواز کی اور ایک ایسی بات میری علم میں آئی جس سے آپ ناواقف ہیں اور میرا خیال ہے کہ اُسے آپ اہمیت دیں گے، میں آپ کے پاس مُلکِ سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔

جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ سبا مُلک یمن میں واقع تھا ملک یمن اور بیت المقدس (حضرت سلیمان علیہ السلام کی مملکت) کے درمیان ایک لمبی مسافت اور طویل سفر ہے۔

پیارے بچو ! کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ یقینی خبر کیا تھی جو ہد ہد مُلکِ سبا سے لایا تھا ؟ ہد ہد نے عرض کیا کہ میں نے سبا میں ایک عجیب بات دیکھی ۔

﴿ اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ ﴾ (سُورۃ النمل : ۲۳)

''میں نے پایا ایک عورت کو جو اُن پر بادشاہت کرتی ہے۔''

﴿اُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ ﴾ (سُورۃ النمل : ۲۳)

''اُسے (مال و زر سلطنت و سطوت اور حسن و جمال) سب کچھ عطا کیا گیا ہے۔''

لیکن سب سے عجیب چیز جو اللہ نے اُسے عطا کی ہے، تختِ شاہی ہے جہاں وہ بیٹھتی ہے اور جلوہ اَفروز ہوتی ہے۔ میں نے دُنیا کے کسی بادشاہ کے پاس اُس جیسا بڑا تخت نہیں دیکھا۔ ہد ہد نے مزید کہا کہ ملکہ سبا اور وہاں کے لوگوں کی سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اُنہوں نے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی ہوئی ہے اور وہ لوگ شیطانی راہ پر چلتے ہیں اور حق کے راستے سے اُن کی آنکھیں بند ہیں، وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کو جو کہ حقیقی بادشاہ ہے، چھوڑ کر سورج کی پرستش کرتے ہیں اور اپنی جبینِ نیاز اُس کے سامنے خم کرتے ہیں اور جہالت کی تاریکیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور اُسی پر ڈٹے ہوئے ہیں حالانکہ اُنہیں چاہیے تھا کہ وہ معبودِ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہوتے جو اُن کے ظاہر و باطن سے واقف ہے اور اُنہیں ہر قسم کا رزق اور ہر نوع کی نعمتیں عطا کرتا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑی توجہ سے ہد ہد کے غائب ہونے کی وجہ سنی اور فرمایا :

﴿سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ (سُورۃ النمل : ۲۷)

''ہم اب دیکھتے ہیں تو نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے۔''

جب تک تُو حقیقت واضح نہیں کر دیتا ہم تیرے دعوے کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے پھر آپ نے ملکہ سبا کی طرف ایک خط تحریر فرمایا اور ہدہد کو خط پہنچانے کا حکم فرمایا۔

﴿اِذْهَبْ بِّكِتٰبِىْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ﴾ (سُورۃ النمل : ۲۸)

''لے جا میرا یہ خط اور ڈال دے اُن کی طرف۔''

اور خط پہنچانے کا کوئی مناسب طریقہ اِختیار کرنا اور اِس بات کا خیال رکھنا کہ وہ تمہیں دیکھ نہ لیں نیز چھپ کر دیکھنا کہ وہ اِس بارے میں کیا بات چیت کرتے ہیں اور اُن کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے؟ ہدہد نے خط لیا اور فضا میں چکر لگاتا ہوا اُڑ گیا اور ملکہ سبا کے کمرے کی کھڑکی پر جا اُترا جس میں ملکہ بلقیس آرام کرتی تھی، اُس نے کمرے کے اَندر جھانکا اور کسی کو نہ پا کر غنیمت سمجھتے ہوئے خط اُس کی چارپائی پر ڈال دیا اور کھڑکی کے پردے کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا، جب بلقیس وہاں پہنچی لباس تبدیل کیا اور خادماؤں کو رُخصت کر کے سونے کے لیے اپنی مسہری کی طرف بڑھی تو اُس نے وہاں ایک خط پڑا دیکھا اور اُسے کھول کر مندرجات پڑھنے لگی جیسے ہی خط کے آخری جملے تک پہنچی اُس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہوگیا وہ خط پکڑ کر ٹہلنے لگی، وہ خط ِمضمون کے متعلق اور اِس کے وہاں تک پہنچنے کے بارے میں سوچتی رہی حتی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف وصول ہونے والے اِس خط کے متعلق سوچتے سوچتے سوگئی۔

صبح سویرے نیند سے بیدار ہونے کے بعد اُس نے حکام اور مجلس شوریٰ کے اَرکان کو مشورہ کے لیے طلب کیا، جیسے ہی وہ لوگ حاضر ہوئے اُس نے اُنہیں مخاطب کیا :

﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّىْۤ اُلْقِىَ اِلَىَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَىَّ وَاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ﴾ (سُورۃ النمل : ۲۹ تا ۳۱)

''اے درباوالو ! میرے پاس ڈالا گیا ایک خط عزت دار۔ وہ خط ہے سلیمان کی

طرف سے۔ اور وہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے کہ زور نہ کرو میرے مقابلے میں اور چلے آؤ میرے سامنے حکم بردار ہوکر۔''

پھر اُنہیں دیکھتے ہوئے کہنے لگی :

﴿یٰۤاَیُّھَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِیْ فِیْۤ اَمْرِیْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ﴾ [1]

''اے درباوالو ! مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں، میں طے نہیں کرتی کوئی کام تمہارے حاضر ہونے تک۔''

بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوت سے واقف تھی، اُسے یقین تھا کہ آپ اپنی دھمکی پر ضرور عمل کریں گے اِسی لیے اُس نے اپنے مشیروں، مددگاروں اور حکماء کو طلب کیا کہ موجودہ صورتحال پر تبادلہ خیال کریں اور کوئی مناسب قدم اُٹھائیں۔ وہ لوگ کہنے لگے :

﴿نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِیْدٍ وَّالْاَمْرُ اِلَیْكِ فَانْظُرِیْ مَاذَا تَاْمُرِیْنَ﴾ [2]

''ہم لوگ زور آور ہیں اور سخت لڑائی والے، اور کام تیرے اِختیار میں ہے سو تو دیکھ لے جو حکم کرے۔''

تو بلقیس نے کہا حاضرینِ مجلس ! میرا تجربہ ہے اور میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ

﴿اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً﴾ [3]

''بادشاہ جب گھستے ہیں کسی بستی میں اُس کو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں کے سرداروں کو بے عزت۔''

اور میں نہیں چاہتی کہ میرے قبائل اور بستیاں اِس آزمائش کا شکار ہوں، میں سلیمان کی اِرادے کی حقیقت معلوم کرنا چاہتی ہوں۔

﴿اِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ (سُورۃ النمل : ۳۵)

---

[1] سُورۃ النمل : ۳۲ [2] سُورۃ النمل : ۳۳ [3] سُورۃ النمل : ۳۴

''میں بھیجتی ہوں اُن کی طرف کچھ تحفہ پھر دیکھتی ہوں کیا جواب لے کر آتے ہیں بھیجے ہوئے۔''

مشاورین نے بلقیس کی تدبیر کی موافقت کی چنانچہ اُنہوں نے مال اور نفیس جواہرات کا ایک بہت بڑا تحفہ تیار کیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف بھیجا۔

پیارے بچو ! آپ کے خیال میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات پر اِس تحفہ نے کیا اَثر ڈالا ہوگا ؟ یقیناً اگر حضرت سلیمان علیہ السلام دُنیا کے بادشاہوں کی طرح ایک بادشاہ ہوتے تو طبعی طور پر آپ دولت وسلطنت کو محبوب رکھتے اور اِس تحفے سے خوش ہوتے لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام دُوسری قسم کے بادشاہ تھے آپ بشری مادّیات سے فوق تر اور اعلیٰ جواہرات اور سونے چاندی کی ہوس سے بالاتر تھے، آپ تو نوعِ رسالت سے متعلق تھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو رسالت ونبوت عطا فرمائی تھی جب تحائف لانے والے اپنے تحائف سے خوش ہوتے ہوئے بیت المقدس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے اُن سے فرمایا :

﴿ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِیَ اللّٰہُ خَیْرٌ مِّمَّا اٰتٰکُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِھَدِیَّتِکُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴾[1]

''کیا تم میری اِعانت کرتے ہو مال سے، سو اللہ نے جو مجھ کو دیا ہے بہتر ہے اُس سے جو تم کو دیا ہے بلکہ تم ہی اپنے تحفہ سے خوش رہو۔''

آپ نے ہدیہ لُٹا دیا اور اُنہیں زَجر وتنبیہ کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ اِرْجِعْ اِلَیْھِمْ فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَھُمْ بِھَا وَلَنُخْرِجَنَّھُمْ مِّنْھَا اَذِلَّۃً وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ﴾ (سُورۃ النمل : ۳۷)

''لوٹ جاؤ اُن کے پاس، اب ہم پہنچتے ہیں اُن پر ایسے لشکروں کے ساتھ جن کا مقابلہ نہ ہو سکے اُن سے، اور نکال دیں گے اُن کو وہاں سے بے عزت کر کے اور وہ خوار ہوں گے۔''

---

[1] سُورۃ النمل : ۳۶

حضرت سلیمان علیہ السلام نے سوچا کہ آپ بلقیس، اُس کے مشیروں اور اُس کے حکماء پر دلیل سے یہ ثابت کردیں کہ اُنہیں جو قوت (مستمرہ) اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے حاصل ہے، وہ اُن کی ظاہری قوت اور جھوٹی طاقت سے بہت زیادہ ہے چنانچہ آپ نے اپنے وزراء سے فرمایا :

﴿یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اَیُّكُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ﴾ (النمل : ۳۸)

''اے دربا والو ! تم میں کوئی ہے کہ لے آوے میرے پاس اُس کا تخت اُس سے پہلے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر۔''

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُس کا تخت اِس لیے منگوایا کیونکہ تخت ہی سلطنت، مملکت اور حکم صادر کرنے کی بنیاد ہوتا ہے۔

﴿ قَالَ عِفْرِیْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ﴾ (سُورۃ النمل : ۳۹)

''بولا ایک دیو جنوں میں سے، میں لائے دیتا ہوں وہ تجھ کو اِس سے پہلے کہ تو اُٹھے اپنی جگہ سے اور میں اِس پر زور آور اور اَمانت دار ہوں۔''

لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام اِس سے بھی زیادہ جلدی تختِ شاہی منگوانا چاہتے تھے آپ نے ناپسندیدگی سے اِس عفریت سے چہرہ پھیر لیا چنانچہ ایک اور جس کے پاس وسیع علم اور بڑی طاقت تھی کھڑا ہوا، اُس نے عرض کیا :

﴿اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ﴾ (سُورۃ النمل : ۴۰)

''میں لائے دیتا ہوں تیرے پاس اُس کو پہلے اِس سے کہ لوٹ آئے تیری طرف تیری نظر۔''

اور واقعتاً حضرت سلیمان علیہ السلام کے پلک جھپکنے سے قبل بلقیس کا عرش آپ کے سامنے موجود تھا، آپ نے (اُسے دیکھ کر) عاجزی اور خشوع سے عرض کیا۔

﴿ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَ اَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ ﴾ (سُورۃ النمل : ۴۰)

''یہ میرے رب کا فضل ہے میری آزمائش کے لیے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری اور جو کوئی شکر کرے سو شکر کرے اپنے واسطے اور جو کوئی ناشکری کرے، سو میرا رب بے پروا ہے کرم والا۔''

جب ملکہ بلقیس کے ہدایا واپس ہوئے تو وہ اپنے وزراء اور اُمراء سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے دارُالحکومت بیت المقدس کا رُخ کر چکی تھی اُس نے حضرت سلیمان علی السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اِعلانِ اِطاعت کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اُسے بالکل معلوم نہ تھا کہ اُس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ چکا ہے جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سب کچھ معلوم تھا اور آپ یہ بھی جانتے تھے کہ ملکہ بلقیس راستے میں ہے اُس کے پہنچنے سے پہلے آپ نے اپنے خدام سے فرمایا :

﴿نَکِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا ﴾ (سُورۃ النمل : ۴۱)

''رُوپ بدل کر دِکھلا دو اِس عورت کے آگے اُس کے تخت کا۔''

اُس کی کچھ نشانیاں اور ظاہری علامتیں بدل دو۔ کیوں !

﴿ نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ اَمْ تَکُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ﴾(سُورۃ النمل :۴۱)

''ہم دیکھیں سمجھ پاتی ہے یا اُن لوگوں میں ہوتی ہے جن کو سمجھ نہیں۔''

ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں اُن کے دربار میں حاضر ہوئیں آپ نے بادشاہوں کی عادت کے موافق اُسے خوش آمدید کہا اور جب وہ بیٹھ چکی تو

﴿قِیْلَ اَهٰکَذَا عَرْشُکِ﴾ (سُورۃ النمل :۴۲)

''کسی نے کہا کیا ایسا ہی ہے تیرا تخت ؟ ''

اُس نے تخت کی جانب بغور دیکھا اور بولی : ﴿کَاَنَّهٗ هُوَ﴾ ''گویا یہ وہی ہے۔''

یہ اُس کی لاعلمی اور کم فہمی کی دلیل تھی کیونکہ اگر وہ مومنہ ہوتی تو اُسے معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور ملکہ بلقیس مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے اُن کی وجہ سے جملہ حاضرینِ مجلس بھی اُٹھ کھڑے ہوئے اور سبھی داخلی محل کے صحن کی طرف متوجہ ہوئے ، وہ چلتے ہوئے وسیع صحن میں پہنچے جو شیشے کا بنا ہوا تھا اُس میں چاندی کے ستون نصب تھے حضرت سلیمان علیہ السلام ذرا رُک گئے تاکہ ملکہ بلقیس آپ سے آگے بڑھ جائے ، ملکہ بلقیس نے جب فلک بوس محل کے فرش پر قدم رکھنا چاہا تو اُسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزراء کا اور ستونوں کا عکس نظر آیا۔ اُس نے سمجھا کہ زمین پر پانی ہے اور پانی سے گزر کر آگے جانا ہے چنانچہ ملکہ بلقیس نے اپنی شلوار کو اُونچا کیا تاکہ شلوار گیلی نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام مسکرائے اور اُسے فرمایا :

﴿ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ﴾ (سُورۃ النمل : ۴۴)

''یہ تو ایک محل ہے جڑے ہوئے ہیں اِس میں شیشے (یعنی شفاف شیشے کا بنا ہوا ہے)
اِس کے نیچے پانی بہتا ہے۔''

تب ملکہ بلقیس اپنی جہالت سے شرمندہ ہوئی اُس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے علم کے آگے سرخم کر دیا اور وہ اُس قوت کے سامنے جھک گئی جو حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھی۔

﴿ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾
(سُورۃ النمل : ۴۴)

''بولی : اے رب ! میں نے برا کیا ہے اپنی جان کا اور میں سلیمان کے ساتھ
حکم بردار ہوئی اللہ کے آگے جو سارے جہان کا رب ہے۔''

اِس طرح ملکہ سبا بلقیس نے اِسلام قبول کیا اور اللہ پر اِیمان لے آئی اور اپنے قبیلوں سمیت سورج پرستی سے باز آ گئی اور اپنی مملکت کو حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں شامل کر دیا۔ ✿ ✿ ✿

ماہِ رجب کے فضائل واَحکام

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد رضوان صاحب، راولپنڈی ﴾

ماہِ رجب عظمت وفضیلت والا مہینہ :

رجب المرجب کا مہینہ اُن چار مہینوں میں سے ہے جو کہ حرمت، عظمت اور فضیلت والے ہیں قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے :

﴿ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ﴾ (سُورة التوبه : ٣٦)

''یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتابِ الٰہی (یعنی اَحکامِ شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اُسی روز سے، اور) اِن میں چار خاص مہینے اَدب کے ہیں (ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب)، یہی (اَمرِ مذکور) دینِ مستقیم ہے (یعنی اِن مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا بالتخصیص اَشْهُرِ حُرُم ہونا) سو تم اِن سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجبِ گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا۔'' (بیان القرآن ملخص)

اِمام جصاصؒ نے اَحکام القرآن میں فرمایا ہے کہ اِن میں اِشارہ اِس بات کی طرف ہے کہ (چار) متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ اِن میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اُس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اِسی طرح جو شخص کوشش کر کے اِن مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں

اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اُس کو برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اِس لیے اِن مہینوں سے فائدہ نہ اُٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔ (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۷۱ تا ۳۷۳)

جب نبی کریم ﷺ رجب کے مہینے کا چاند دیکھتے تو یہ دُعا فرمایا کرتے تھے :

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ رَجَبَ وَشَعْبَانَ وَبَلِّغْنَا رَمَضَانَ. ۱

''اے اللہ! ہمارے لیے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت عطا فرمایئے اور ہمیں رمضان کے مہینے تک پہنچا دیجیے۔''

یعنی اِن مہینوں میں ہماری طاعت وعبادت میں برکت عطا فرما اور ہماری عمر لمبی کر کے رمضان تک پہنچا تاکہ رمضان کے اَعمال روزہ اور تراویح وغیرہ کی سعادت حاصل کریں، اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے رجب اور شعبان کے مہینوں میں برکت ہونے کی دُعا فرمائی ہے تو حضور ﷺ کے اِس اِرشاد سے رجب اور شعبان کے مہینے کا برکت والا ہونا ظاہر ہوا۔

رجب کی پہلی رات کی فضیلت :

اور کیونکہ یہ مبارک مہینہ ہے اور حضور ﷺ اِس مہینہ کا چاند دیکھ کر برکت کی دُعا بھی فرماتے تھے، اِسی وجہ سے اِس بابرکت مہینہ کی اِبتدائی رات کو خاص فضیلت عطا ہوئی اور اِس میں دُعا کی قبولیت کی زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے تاکہ اِس بابرکت مہینہ کا آغاز ہی دُعاؤں کے ساتھ ہو اور پھر پورے مہینے اِس دُعا کی برکت قائم رہے۔

''حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دُعا رَد نہیں کی جاتی اور وہ جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات اور عیدین کی دونوں راتیں ہیں۔'' ۲

---

۱ مشکوۃ شریف کتاب الصلٰوۃ باب الجُمعۃ رقم الحدیث ۱۳۶۹

۲ عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷ . بیھقی فی شعب الایمان ج ۲ ص ۱۳ . فضائلُ الاوقات ص ۳۱۲

ماہِ رجب میں روزے :

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ رجب کا مہینہ عظمت و شرافت والے مہینوں میں سے ہے جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے اور اِن مہینوں میں عبادت و اِطاعت کی خاص فضیلت اِسلام میں اَب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت و اِطاعت میں داخل ہے۔ اِس نقطۂ نظر سے اِس مہینہ میں روزہ رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے اور حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا بطورِ خاص بعض اَحادیث میں ذکر بھی ملتا ہے نیز بعض محدثین و فقہاءِ کرام کی تصریحات سے بھی حرمت والے مہینوں میں روزے رکھنے کا مستحب و مندوب ہونا ثابت ہے۔

''حضرت عطاءؒ سے مروی ہے کہ حضرت عروہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ ﷺ رجب کے مہینے میں روزہ رکھتے تھے ؟ حضرت اِبن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں اِرشاد فرمایا کہ بے شک (رکھتے تھے) اور اِس مہینے کو عظمت والا شمار کرتے تھے۔'' [1]

فتاوٰی عالگیری میں ہے :

''اور مستحب روزے کئی قسم کے ہیں : اَوّل محرم کے روزے، دُوسرے رجب کے روزے اور تیسرے شعبان اور عاشوراء کے دِن کا روزہ۔'' [2]

۲۲ / رجب کے کونڈے :

آج کل رجب کے مہینے میں ۲۲ / تاریخ کو بڑی دُھوم دَھام کے ساتھ جو رسم اَنجام دی جاتی ہے وہ کونڈوں کی رسم ہے۔ اور اِس کی نسبت حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی جاتی ہے اور کونڈوں کے متعلق مختلف گھڑی ہوئی داستانیں اور واقعات بھی چھاپ کر لوگوں میں عام کیے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے کونڈوں کی اِس رسم کو اَنجام دینے کا حکم فرمایا تھا

---

[1] کنز العُمال ج۸ ص۶۵۷ رقم ۲۴۶۰۱ [2] فتاوٰی ہِندیہ ج۱ ص۲۰۲ کتاب الصوم

اور اِس رسم کو اَنجام دینے والے کی منت پوری کرنے کی ذمہ داری قبول کی تھی حالانکہ یہ بے پر کی باتیں سراسر جھوٹ ہیں اور حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ پر سخت تہمت ہے کہ اُنہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی فاتحہ دِلا کر منت پوری کرنے کی یوں ذمہ داری لی ہو۔آپ کا دامن ایسی لغو باتوں سے پاک ہے اور دینی علوم کی بصیرت میں اُن کا بلند مقام ہے۔

کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت :

اب کونڈوں کی رسم کی شرعی حیثیت بزرگانِ دین کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''کونڈوں کی مروجہ رسم مذہب اہلِ سنت والجماعت میں محض بے اصل ، خلافِ شرع اور بدعتِ ممنوعہ ہے کیونکہ بائیسویں رجب نہ حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ہے اور نہ تاریخ وفات، حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی وِلادت ۸/رمضان ۸۰ ھ یا ۸۳ھ میں ہوئی اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی پھر بائیسویں رجب کی تخصیص کیا ہے اور اِس تاریخ کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کیا خاص مناسبت ہے ؟ ہاں بائیسویں رجب حضرت معاویہ کی تاریخ وفات ہے۔(دیکھو تاریخ طبرانی ذکرِ وفاتِ معاویہؓ) اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت اِمام جعفر صادقؒ کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ دَرحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے،جس وقت یہ رسم اِیجاد ہوئی اہلِ سنت والجماعت کا غلبہ تھا اِس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی بطورِ حصہ اِعلانیہ نہ تقسیم کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دُشمنانِ حضرت معاویہؓ خاموشی کے ساتھ ایک دُوسرے کے

یہاں جا کر اُسی جگہ یہ شرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دُوسرے پر ظاہر کریں ۔ جب کچھ اِس کا چرچا ہوا تو اِس کو حضرت اِمام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے یہ تہمت اِمام موصوف پر لگائی کہ اُنہوں نے خود خاص اِس تاریخ میں اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں لہٰذا برادرانِ اہلِ سنت کو اِس رسم سے بہت دُور رہنا چاہیے، نہ خود اِس رسم کو بجالائیں اور نہ اِس میں شرکت کریں ۔ فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم ۔''
(فتاوٰی محمودیہ ج ۳ ص ۲۸۱ تا ۲۸۲)

''اِیصالِ ثواب جس کو چاہے، جب چاہے بلا کسی اِلتزامِ تاریخ ومہینہ وغیرہ کے کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہت بہتر ہے لیکن کونڈہ کرنا جیسا کہ رواج ہے بے اَصل اور بدعت ہے۔'' (فتاوٰی محمودیہ ج ۳ ص ۲۸۱)

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید اَحمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :

''کونڈوں کی مروج رسم دُشمنانِ صحابہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اِظہارِ مسرت کے لیے اِیجاد کی ہے ۔ ۲۲ / رجب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات ہے (طبری ۔ اِستیعاب) ۲۲ / رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ سے کوئی تعلق نہیں نہ اِس میں اُن کی وِلادت ہوئی نہ وفات ۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی وِلادت ۸ / رمضان ۸۰ ھ یا ۸۳ ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ ھ میں ہوئی، اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ اِس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف سے منسوب کیا جاتا ہے ورنہ دَر حقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے جس وقت یہ رسم اِیجاد ہوئی شیعہ مسلمانوں سے مغلوب وخائف تھے اِس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی اِعلانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو بلکہ دُشمنانِ حضرت معاویہ خاموشی کے ساتھ ایک دُوسرے کے یہاں جاکر اُسی جگہ یہ شیرینی کھالیں جہاں اُس کو رکھا گیا ہے اور اِس طرح اپنی خوشی ومسرت ایک دُوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اِس کا چرچا ہوا تو اِس کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرکے یہ تہمت اُن پر لگائی کہ اُنہوں نے خود اِس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب من گھڑت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دُوسروں کو بھی اِس کی حقیقت سے آگاہ کرکے اِس سے بچانے کی کوشش کریں۔'' (اَحسن الفتاوٰی ج۱ ص۳۶۸)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں :

''اِس سے بھی زیادہ آج کل معاشرے میں فرض وواجب کے دَرجہ میں جو چیز پھیل گئی ہے وہ کونڈے ہیں، اگر آج کسی نے کونڈے نہیں کیے تو وہ (گویا کہ) مسلمان ہی نہیں نماز پڑھے یا نہ پڑھے، روزے رکھے یا نہ رکھے، گناہوں سے بچے یا نہ بچے، لیکن کونڈے ضرور کرے۔ اور اگر کوئی شخص نہ کرے یا کرنے والوں کو منع کرے تو اُس پر لعنت اور ملامت کی جاتی ہے، خدا جانے یہ کونڈے کہاں سے نکل آئے ؟ نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں، نہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے، نہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے، نہ تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اور نہ بزرگانِ دینؒ سے، کہیں سے اِس کی کوئی اَصل ثابت نہیں اور اِس کو اِتنا ضروری سمجھا جاتا ہے کہ گھر میں دین کا کوئی دُوسرا کام ہو یا نہ ہو لیکن کونڈے ضرور ہوں گے، اِس کی

وجہ یہ ہے کہ اِس میں ذرا مزہ اور لذت آتی ہے اور ہماری قوم لذت اور مزہ کی خوگر ہے، کوئی میلہ ٹھیلہ ہونا چاہیے اور کوئی حظِّ نفس (نفس کا مزہ) کا سامان ہونا چاہیے۔ اور ہوتا یہ ہے کہ جناب ! پوریاں پک رہی ہیں، حلوہ پک رہا ہے اور اِدھر سے اُدھر جا رہی ہیں اور اُدھر سے اِدھر آرہی ہیں اور ایک میلہ لگا ہوا ہے، تو چونکہ یہ بڑے مزے کا کام ہے، اِس واسطے شیطان نے اِس میں مشغول کر دیا کہ نماز پڑھو یا نہ پڑھو، وہ کوئی ضروری نہیں مگر یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔ بھائی اِن چیزوں نے ہماری اُمت کو خرافات میں مبتلا کر دیا ہے ؎

حقیقت روایات میں کھوگئی   یہ اُمت خرافات میں کھوگئی

اِس قسم کی چیزوں کو لازمی سمجھ لیا گیا اور حقیقی چیزیں پس پشت ڈال دی گئیں، اِس کے بارے میں رفتہ رفتہ اپنے بھائیوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اِس لیے کہ بہت سے لوگ صرف ناواقفیت کی وجہ سے کرتے ہیں، اُن کے دِلوں میں کوئی عناد نہیں ہوتا لیکن دین سے واقف نہیں، اِن بیچاروں کو اِس کے بارے میں پتہ نہیں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ جس طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی ہوتی ہے اور گوشت اِدھر سے اُدھر جاتا ہے، یہ بھی قربانی کی طرح کوئی ضروری چیز ہوگی اور قرآن وحدیث سے اِس کا بھی کوئی ثبوت ہوگا، اِس لیے ایسے لوگوں کو محبت، پیار اور شفقت سے سمجھایا جائے اور ایسی تقریبات میں خود شریک ہونے سے پرہیز کیا جائے۔''

(اِصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۴، ۵۵)

گزشتہ تفصیل سے دلائل کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ ۲۲؍رجب کے کونڈے کرنا شرعًا جائز نہیں اِن میں شرکت کرنا اور کسی طرح سے لوگوں کو ترغیب دینا بھی گناہ ہے۔ اگر یہی مال جو کونڈوں کی رسم میں خرچ کیا جاتا ہے کسی صحیح دینی مصرف میں لگایا جائے تو دُنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔

۲۷؍رجب کے منکرات اور رسمیں :

آج کل رجب کی ۲۷؍تاریخ میں بے شمار ایسی چیزیں ہونے لگی ہیں جن کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ بہت سی چیزیں شرعًا گناہ ہیں۔ پنجاب میں شبِ معراج شریف ستائیسویں رجب کو منائی جاتی ہے، دِن کو حلوہ لچی پکایا جاتا ہے، رنگین کاغذوں کی جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں، رات کو آتش بازی چلائی جاتی ہے اور مٹی کی چھوٹی چھوٹی رکابیوں پر رنگین کاغذ منڈھے جاتے ہیں جن میں چراغ رکھ کر رات کو دَر و دِیوار پر چراغاں کیا جاتا ہے۔ پنجابی میں اِس رسم کو ''کول جلانا'' کہتے ہیں۔ جو شخص اِن رسموں کی مخالفت کرے اُسے ''وہابی'' کا لقب دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ عمومًا ائمہ مساجد جاہلوں کی اِس گالی سے ڈر کر اُن کی مخالفت نہیں کرتے حالانکہ پہلی رسم کو عبادت سمجھنا بالکل فضول ہے دُوسری، تیسری اور چوتھی میں تبذیر اور اِسراف پایا جاتا ہے جو شرعًا حرام ہے۔ (خطباتِ حضرت لاہوریؒ)

اور اِس قسم کی چیزیں زیادہ تر اِس بنیاد پر اَنجام دی جارہی ہیں کہ ۲۷؍رجب کے بارے میں مشہور ہوگیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کی معراج کی تاریخ ہے اور عوام میں رجب کے مہینے کی ستائیسویں رات ہی کو قطعی اور حتمی طور پر شبِ معراج سمجھا جاتا ہے۔

۲۷؍رجب اور شبِ معراج :

حالانکہ شبِ معراج کی تاریخوں، مہینوں بلکہ سالوں میں بھی اِختلاف پایا جاتا ہے، شبِ معراج کے مہینے کے بارے میں مختلف قول پائے جاتے ہیں : (۱) بعض کے نزدیک شبِ معراج ربیع الاوّل کے مہینے میں ہوئی (۲) بعض کے نزدیک ربیع الآخر کے مہینے میں ہوئی (۳) بعض کے نزدیک رجب کے مہینے میں ہوئی (۴) بعض کے نزدیک رمضان کے مہینے میں ہوئی (۵) بعض کے نزدیک شوال کے مہینے میں ہوئی۔

مفتی ٔ اَعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی معرکۃ الآراء تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں :

''اِمام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں، موسٰی بن عقبہؒ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی، اِمام زہریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا واقعہ بعثتِ نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے، بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثتِ نبوی سے پانچ سال بعد ہوا ہے، اِبن اسحٰقؒ کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اُس وقت پیش آیا جبکہ اِسلام عام قبائلِ عرب میں پھیل چکا تھا۔ اِن تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربیؒ کہتے ہیں کہ واقعۂ اسراء و معراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے اور اِبن قاسم ذہبیؒ کہتے ہیں کہ بعثت سے اَٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضراتِ محدثینؒ نے روایاتِ مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہِ رجب کی ستائیسویں شب، شبِ معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم۔''

(معارف القرآن ج ۵ ص۴۴۲ و ۴۴۳)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہم فرماتے ہیں :

''۲۷ / رجب کی شب کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ یہ شبِ معراج ہے اور اِس شب کو بھی اِسی طرح گزارنا چاہیے جس طرح شبِ قدر گزاری جاتی ہے اور جو فضیلت شبِ قدر کی ہے، کم و بیش شبِ معراج کی بھی وہی فضیلت سمجھی جاتی ہے بلکہ میں نے تو ایک جگہ یہ لکھا ہوا دیکھا کہ ''شبِ معراج کی فضیلت شبِ قدر سے بھی زیادہ ہے۔'' اور پھر اِس رات میں لوگوں نے نمازوں کے بھی خاص خاص

طریقے مشہور کردیے کہ اِس رات میں اِتنی رکعات پڑھی جائیں اور ہر رکعت میں فلاں فلاں خاص سورتیں پڑھی جائیں۔ خدا جانے کیا کیا تفصیلات اِس نماز کے بارے میں لوگوں میں مشہور ہوگئیں۔ خوب سمجھ لیجیے! یہ سب بے اَصل باتیں ہیں، شریعت میں اِن کی کوئی اصل اور کوئی بنیاد نہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ۲۷ رجب کے بارے میں یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی رات ہے جس میں نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تھے کیونکہ اِس باب میں مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ربیع الاوّل کے مہینے میں تشریف لے گئے تھے، بعض روایتوں میں رجب کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں کوئی اور مہینہ بیان کیا گیا ہے۔ اِس لیے پورے یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ کون سی رات صحیح معنٰی میں معراج کی رات تھی جس میں آنحضرت ﷺ معراج پر تشریف لے گئے۔ اِس سے آپ خود اَندازہ کرلیں کہ اگر شبِ معراج بھی شبِ قدر کی طرح کوئی مخصوص رات ہوتی اور اُس کے بارے میں کوئی خاص اَحکام ہوتے جس طرح شبِ قدر کے بارے میں ہیں تو اِس کی تاریخ اور مہینہ محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا جاتا لیکن چونکہ شبِ معراج کی تاریخ محفوظ نہیں تو اب یقینی طور سے ۲۷ رجب کو شبِ معراج قرار دینا درست نہیں اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ آپ ﷺ ۲۷ رجب ہی کو معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے جس میں یہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو یہ مقامِ قرب عطا فرمایا اور اپنی بارگاہ میں حاضری کا شرف بخشا اور اُمت کے لیے نمازوں کا تحفہ بھیجا تو بے شک وہی ایک رات بڑی فضیلت والی تھی، کسی مسلمان کو اِس کی فضیلت میں کیا شبہہ ہوسکتا ہے ؟ لیکن یہ فضیلت ہر سال آنے والی ۲۷ رجب کی شب کو حاصل نہیں۔

پھر دُوسری بات یہ ہے کہ (بعض روایتوں کے پیشِ نظر۔ ناقل) یہ واقعۂ معراج سن ۵/نبوی میں پیش آیا یعنی حضور ﷺ کے نبی بننے کے پانچویں سال یہ شبِ معراج پیش آئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اِس واقعہ کے بعد ۱۸/سال تک آپ دُنیا میں تشریف فرما رہے لیکن اِن اُٹھارہ سال کے دَوران یہ کہیں ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے شبِ معراج کے بارے میں کوئی خاص حکم دیا ہو یا اِس کو منانے کا اہتمام فرمایا ہو یا اِس کے بارے میں یہ فرمایا ہو کہ اِس رات میں شبِ قدر کی طرح جاگنا زیادہ اَجر وثواب کا باعث ہے۔ نہ تو آپ کا ایسا کوئی اِرشاد ثابت ہے اور نہ آپ کے زمانے میں اِس رات میں جاگنے کا اہتمام ثابت ہے، نہ خود حضور ﷺ جاگے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اِس کی تاکید فرمائی اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے طور پر اِس کا اہتمام فرمایا پھر سرکارِ دوعالم ﷺ کے دُنیا سے تشریف لے جانے کے بعد (تقریبًا) سوسال تک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دُنیا میں موجود رہے، اِس پوری صدی میں کوئی ایک واقعہ ثابت نہیں ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ۲۷/رجب کو خاص اہتمام کر کے منایا ہو لہٰذا جو چیز حضور اَقدس ﷺ نے نہیں کی اور جو آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں کی اُس کو دین کا حصہ قرار دینا یا اُس کو سنت قرار دینا یا اُس کے ساتھ سنت جیسا معاملہ کرنا بدعت ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں (معاذ اللہ) حضور ﷺ سے زیادہ جانتا ہوں کہ کون سی رات زیادہ فضیلت والی ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ مجھے عبادت کا ذوق ہے، اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ عمل نہیں کیا تو میں اِس کو کروں گا تو اُس کے برابر کوئی اَحمق نہیں۔'' (اِصلاحی خطبات ج ۱ ص ۴۸ تا ۵۱)

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ

دین کو سب سے زیادہ جاننے والے، دین کو خوب سمجھنے والے اور دین پر مکمل طور پر عمل کرنے والے تھے۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں اُن سے زیادہ دین کو جانتا ہوں یا اُن سے زیادہ دین کا ذوق رکھتا ہوں یا اُن سے زیادہ عبادت گزار ہوں تو حقیقت میں وہ شخص پاگل ہے، وہ دین کی فہم نہیں رکھتا۔ لہٰذا اِس رات میں عبادت کے لیے خاص اہتمام کرنا بدعت ہے۔ یوں تو ہر رات میں اللہ تعالیٰ جس عبادت کی توفیق دے دیں وہ بہتر ہی بہتر ہے۔ لہٰذا آج کی رات بھی جاگ لیں، کل کی رات بھی جاگ لیں، اِسی طرح ستائیسویں رات کو بھی جاگ لیں لیکن اِس رات میں اور دُوسری راتوں میں کوئی فرق اور کوئی نمایاں اِمتیاز نہیں ہونا چاہیے۔ (اِصلاحی خطبات ج ۱ ص ۵۱ و ۵۲) ✿ ✿ ✿

اعلان اشاعتِ خاص (ماہنامہ لولاک، ملتان)

بیاد : شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

آپ کے علم میں ہے کہ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے اَمیر مرکزیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ حال ہی میں رِحلت فرما گئے ہیں۔ زِندہ قومیں اپنے اَسلاف واَکابر کو فراموش کرنے کے بجائے اُن کے نقش پا سے راستے ڈھونڈتی ہیں، اُن کی سیرت و کردار کے آئینۂ صافی کو سامنے رکھ کر اپنی سیرت و کردار کو ڈھالتی ہیں، اُن کے نقوشِ زندگی سے شخصیت سازی کا کام لیتی ہیں اور اُن کی ایک ایک اَدا کو تاریخ کے اَوراق میں محفوظ کر کے آنے والی نسلوں کی راہنمائی کا سامان کرتی ہیں، اِسی غرض سے عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے ترجمان ''ماہنامہ لولاک، ملتان'' کی اِنتظامیہ نے حضرتؒ کے حالاتِ زندگی پر ''اِشاعتِ خاص'' کا فیصلہ کیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ حضرتؒ جیسی علمی، عبقری شخصیت کے بارے میں اہلِ علم وقلم حضرات کے مضامین وتأثرات شاملِ اِشاعت کیے جائیں لہٰذا تمام اہلِ علم وقلم حضرات سے اِلتماس ہے کہ اپنے مضامین وتأثرات درجِ ذیل پتے پر جلد اَز جلد اِرسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء ! فقیر: (مولانا) اللہ وسایا (صاحب مدظلہم)

پتہ: مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان

عالم اِسلام کا ایک بڑا اَلمیہ
غیر مسلم آقاؤں کے حکم پر اِسلام کی بیخ کنی

﴿ جناب عبداللہ خالد صاحب قاسمی خیر آبادی، سہارنپور اِنڈیا ﴾

حضور ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر یہودی قبیلہ بنو قریظہ کی بدعہدی اور معاہدۂ صلح کے باوجود خفیہ طور پر دُشمنانِ اِسلام کی مدد کرنے کو بہت شدت سے محسوس کیا تھا اور غزوۂ خندق کی فتح کے بعد فوراً اِس غدار قبیلہ پر حملہ کر کے اُن کو سزا دی تاکہ آئندہ کسی کو اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایسی جرأت کی ہمت نہ ہو۔

نبی ﷺ کو صلح حدیبیہ کے بعد راحت و سکون کا جب کچھ وقفہ مِلا تو دعوتی خطوط دے کر اپنے قاصدوں کو مصر و شام اور فارس وغیرہ کے بادشاہوں کے پاس بھیجا، اُس زمانہ میں بھی سفارت کاروں کی جان و مال کی حفاظت کی جاتی تھی مگر شہر بصریٰ کے خود مختار گورنر شرحبیل غسانی نے آقائے دو عالم ﷺ کے قاصد حارث بن عمیر اَزدی کو بلا جواز قتل کر دیا، آنحضور ﷺ کو جب اِس حادثہ کی خبر مِلی تو آپ نے ذرا بھی تاخیر نہیں کی اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر تیار کر کے رُوم کے تابع شہر بصریٰ کے لیے روانہ فرمایا کیونکہ اِس طرح کا اِقدام نہ کرنے سے اِسلامی عظمت اور سفارتی اُصولوں کی دھجیاں اُڑانے کا اِن حکمرانوں کو موقع مِل جاتا اور وہ اپنے تمرد و سرکشی میں بہت بڑھ جاتے، مسلمانوں کی ہیئت باقی نہ رہ جاتی، اِس فوج کشی میں اگرچہ تین بہادر سپہ سالار یکے بعد دیگرے شہید ہوئے مگر اللہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں عظیم الشان فتح سے ہمکنار فرمایا اور مسلمانوں کی ہیبت قیصرِ رُوم پر بھی جم گئی۔

☆ حجاج بن یوسف ثقفی کو اِطلاع مِلی کہ سراندیپ (سری لنکا) کے حاجیوں کے سمندری قافلوں پر سندھ کے راجہ داہر کے فوجی حملے کر کے اُن کو ہلاک اور گرفتار کرتے ہیں تو حجاج یوسف کی

اِسلامی حمیت برداشت نہ کرسکی اور اُس نے عبدالملک بن مروان سے اِجازت لے کر اپنے بھتیجے اور داماد محمد بن قاسم ثقفی کی قیادت میں زبردست لشکر روانہ کیا پھر سندھ کی فتح راجہ داہر کے زوال اور ہندوستان میں مسلم فاتحین کی آمد، اِسلامی پرچم کی سربلندی کی داستان رقم ہونے لگی۔

☆ عہدِ عباسی کے ضدی مگر اِنتہائی غیرت مند خلیفہ معتصم باللہ کو جب معلوم ہوا کہ عیسائی ریاست کے قید خانہ میں ایک بوڑھی مظلوم عورت نے اپنی فریادرسی کے لیے وا معتصما ہائے معتصم مدد کرو کا نعرہ لگایا اور معتصم باللہ کو جب اِس پکار کی خبر دَربار میں پہنچی تو وہ فرطِ غضب وغیرت سے لبیك اَماہ ''اے میری ماں ! میں آرہا ہوں'' کہتے ہوئے کھڑا ہوگیا اور اُسی دم عباسی اِسلامی فوج کو کوچ کرنے کا حکم صادر کیا یہاں تک کہ اُس عیسائی ریاست کی اِینٹ سے اِینٹ بجا کر اُس مظلوم بیوہ کو نکال کر لایا تھا۔

ہم جب اِن واقعات کو پڑھتے ہیں اور آج کے پاکستان، اِفغانستان، عراق، لیبیا، مصر، تیونس یمن، شام وغیرہ کے حالات پرغور کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ اَمریکہ ویورپ کی بدعہدی، دغابازی اور اُن ملکوں کے اَرباب وعقد کی چاپلوسی، حاشیہ برداری اور بے غیرتی کو دیکھتے ہیں پھر اِس کے ساتھ اُن ملکوں کی رعایا اور جنتا کی اِیمانی غیرت، اِسلامی حمیت اور یورپ واَمریکہ سے بے پناہ نفرت اور اُس کی پاداش میں اپنے ہی مسلم حکمرانوں کی طرف سے اُن پر ظلم وستم کی داستان سنتے ہیں تو دِل کڑھتا ہے اور یہی واضح ہوتا ہے کہ ذلت ورُسوائی کا یہ لباس خود اپنا اِختیار کردہ ہے، وہ غیرت مند، باحمیت، بلند کردار اور رسولِ عربی کے سچے غلام خلفاء وسلاطین تھے جنہوں نے یہود ونصاریٰ کو کبھی قابلِ اِعتبار دوست نہیں جانا کبھی اُن کے وعدوں اور معاہدوں پر بھروسہ نہیں کیا، ہمیشہ چوکنا رہے، اپنے دفاعی اُمور کو مستحکم بنانے پر توجہ دی، اِس لیے کہ اُن کو قرآن کی حق بیانی اور اللہ رب العالمین کے اِرشادات کا یقین تھا، قرآن بار بار مختلف اَنداز میں وارننگ دیتا ہے کہ یہود ونصاریٰ اور مشرکین سے عہد و پیمان کرنے میں محتاط رہو، اِن کو اپنا قریبی معتمد دوست مت بناؤ یہ تم کو نقصان پہنچانے سے کبھی بھی باز نہیں آئیں گے، اِن کو جب بھی اپنا رازدار بناؤ گے، اِن پر اِعتماد کرو گے، دھوکہ کھاؤ گے، یہ فطری طور پر

باطل پرست اور اللہ کے دُشمن ہیں لہٰذا اِیمان کی وجہ سے تمہارے بھی دُشمن ہیں، اِن کی دوستی ظاہری ہے یہ مفاد پرست خود غرض دوست ہیں۔

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّةِ ﴾ (سُورة المُمتحنة : ۱)

''اے اِیمان والو ! میرے اور اپنے دُشمنوں (کافروں) کو دوست نہ بناؤ کہ اُن کو پیغام دوستی بھیجو۔''

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ﴾ (سُورة المائدہ : ۵۱)

''اے اِیمان والو ! یہود و نصاریٰ کو دوست مت بناؤ کیونکہ وہ آپس ہی میں ایک دُوسرے کے دوست ہیں اور (مسلمانوں سے اُن کو کوئی ہمدردی نہیں) جو اِن کو اپنا دوست و حلیف بنائے گا وہ اُن ہی میں شمار ہوگا۔''

﴿ لَا تَتَّخِذُوا الْمُؤْمِنُوْنَ الْکَافِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰةً وَّیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ وَاِلَی اللّٰہِ الْمَصِیْرُ ﴾ (سُورہ آل عمران : ۲۸)

''مسلمانوں کو چاہیے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے والا نہیں ہوگا مگر ایسی صورت میں (سیاسی ظاہری دوستی کی اِجازت ہے) کہ تم اُس سے کسی قسم کا اَندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اِن آیات میں سب کچھ بتا دیا گیا اور سیاسی و دفاعی نقطۂ نظر سے معاہدہ کرنے، تعلقات بنانے کی اِجازت بھی دی گئی ہے مگر اِن ہی کو اپنا مخلص اور ہمدرد مان لینا جیسا کہ آج کے حکمرانوں کی حالت ہے بلکہ اِس سے بھی بدتر ہے کہ اپنے اِقتدار کے لیے اَمریکہ سے مدد کی بھیگ مانگتے ہیں، اَمریکہ کی تمام

پالیسیوں کو نافذ کرتے ہیں، اپنے سیاسی حریفوں اور دین پسند لوگوں کی فہرست اور بایو ڈیٹا سی آئی اے کے سپرد کرتے ہیں، اَمریکہ و یورپ کے کہنے پر اِسلام پسندوں کو ہلاک کرتے ہیں، دینی مدارس اور اِسلامی تنظیموں پر پابندی لگاتے ہیں، اَمریکہ کے کہنے پر اپنے مدارس اور سکولوں کا نصاب تیار کرتے ہیں، یہ دوست سے بڑھ کر غلام اور ایجنٹ کا رول اَدا کرتے ہیں۔ مغربی تہذیب، مغربی اَفکار، مغربی نظریات میں سب کچھ ہے۔

اِس موقع پر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ تاریخی جملہ یاد کرنا چاہیے کہ اُنہوں نے شام کے سفر کے موقع پر اپنے سپہ سالاروں اور شامی شیروں کے اِس مشورہ کے جواب میں فرمایا تھا کہ اَمیر المومنین مُلکِ شام کے باشندے ہمیشہ قیصر رُوم کے تابع رہے ہیں وہ اَمیروں وزیروں سرداروں کے سلسلہ میں خودنمائی جاہ وجلال اور ظاہری رُعب ودَبدبہ دیکھنے کے عادی ہیں لہٰذا آپ اِس سادہ عربی لباس کی جگہ کوئی عمدہ لباس زیبِ تن فرمالیں تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا تاریخی جواب یہ تھا :

اِنَّکُمْ کُنْتُمْ اَذَلَّ النَّاسِ وَاَحْقَرَ النَّاسِ وَاَقَلَّ النَّاسِ فَاَعَزَّکُمُ اللّٰہُ بِالْاِسْلَامِ فَمَھْمَا تَطْلُبُوا الْعِزَّ بِغَیْرِہٖ یُذِلُّکُمُ اللّٰہُ . (البدایہ والنھایہ ج۷ ص ۶۰)

''تم سب سے زیادہ ذلیل سب سے زیادہ حقیر اور سب سے کم اَفراد تھے پھر اللہ نے تمہیں اِسلام کی بدولت عزت بخشی لہٰذا جب بھی تم اِسلام کے بغیر کسی اور راہ پر عزت وعظمت کے طالب بنوگے تو اللہ تم کو ذلیل کردے گا۔''

یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان ذلت ورُسوائی کا سامنا کر رہے ہیں کیونکہ اِسلام کے نام پر عزت کیا تلاش کریں گے اپنے غیر مسلم آقاؤں کے حکم پر اِسلام ہی کی بیخ کنی میں سرگرمِ عمل ہیں۔

اَخبارالجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۲۷ فروری کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جناب توحید عالم صاحب صدیقی کے بھتیجے مظہر اِسلام صدیقی کی حفظِ قرآن کی پُر وقار تقریب تکمیل میں شرکت کی غرض سے سمن آباد تشریف لے گئے جہاں آپ نے دُنیاوی علوم کے ساتھ دینی علوم کی اہمیت اور اِفادیت پر مفصل بیان فرمایا۔

۱۴ مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جمعیة علماء اِسلام لاہور کے زیر اہتمام اِقامت و اِشاعتِ دین کی جدوجہد کی دعوت اور کارکنانِ جمعیة کی ذہنی آبیاری کے لیے ہونے والی اِفتتاحی ''ماہانہ تربیتی نشست'' میں شرکت کی غرض سے جامع مسجد فاروقِ اعظمؓ بیرون مستی گیٹ تشریف لے گئے جہاں آپ نے موجود سامعین سے جامع خطاب فرمایا۔

۲۳ جمادی الاوّل ۱۴۳۶ھ/ ۱۵ مارچ ۲۰۱۵ء بروز اِتوار بعد ظہر جامعہ مدنیہ جدید کی مجلس شوریٰ کا سالانہ اِجلاس منعقد ہوا جس میں تعلیمی، تعمیراتی اور مالیاتی اُمور پر مشاورت ہوئی، تعلیمی و مالیاتی اُمور پر اِطمینان کا اِظہار کرتے ہوئے اَرکانِ شوریٰ نے اہلِ خیر حضرات سے تعمیراتی اُمور پر خصوصی توجہ دینے کی پُر زور اپیل کی تاکہ دارُالاقامہ اور رہائشگاہوں کی تعمیر سے تعلیمی کارکردگی مزید بہتر ہو سکے، دُعائے خیر پر اِجلاس ختم ہوا، والحمدللہ۔

۲۲ مارچ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب، حضرت مولانا محبّ النبی صاحب کی دعوت پر تحفظِ مدارس و مساجد کنونشن میں شرکت کے لیے دارُالعلوم مدنیہ رسول پارک تشریف لے گئے۔

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد رحمۃ اللہ علیہ

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمدللہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسبِ استطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954) MCB کریم پارک برانچ لاہور